روحوں بدروحوں کے متعلق انتہائی دلچسپ حیرت انگیز کتاب روحوں
کو تابع کرنے کے شوقین حضرات کے لئے معلومات کا خزانہ

عالمِ ارواح

صفدر شاہین

روحوں بدروحوں کے متعلق انتہائی
دلچسپ، حیرت انگیز کتاب، روحوں
کو تابع کرنے کے شوقین حضرات
کے لیے معلومات کا خزانہ

عالم ارواح

تحریر و ترتیب:
صفدر شاہین

شمع بک ایجنسی
نوید اسکوائر۔ نیوار دو بازار کراچی۔
فون: 7773302

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ھیں

نام کتاب عالم ارواح

تحریر وترتیب صفدر شاہین

پرنٹرز خالد پرنٹرز کراچی

ناشر شمع بک ایجنسی

قیمت 30 روپے

پیش لفظ

عام طور پر اکثر حضرات جانتے ہیں کہ انسان چار عناصر مٹی، آگ، پانی اور ہوا کا مجموعہ ہے۔ لیکن آج تک ذہین سے ذہین سائنسدان اور ماہر علم الحیات ان چار عناصر سے کوئی انسانی جسم ایجاد نہیں کر سکا۔ اس لیے کہ انسان کو بنانا صرف رب العالمین کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انسان جسم انسانی کو تخلیق کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اربعہ عناصر سے ایک پتلا تو بنایا جا سکتا ہے لیکن اس میں زندگی نہیں ڈالی جا سکتی۔ یہ صرف خالق کائنات کی صفت ہے کہ وہ بے جان چیز کو زندگی عطا فرماتا ہے اور جب قدرت کی طرف سے انسان کے خاکی جسم میں روح پھونک دی جاتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ روح کے بغیر زندگی ناممکن ہے۔

اس کتاب میں انسانی روح کے بارے میں وہ معلومات اور حقائق بیان کیے گئے ہیں جن کے متعلق انسان ہزاروں سالوں سے جاننے کی جستجو میں ہے۔ مثلاً روح کیا ہے؟ روح کی شکل وصورت کیسی ہوتی ہے؟ روح کو کس طرح پیدا کیا گیا؟ روح کا جسم سے کیا رشتہ ہے؟ جسم انسانی میں روح کس طرح آتی جاتی ہے؟ روح کیا کرتی ہے؟ روح کی غذا کیا ہے؟ کیا روح بول سکتی ہے؟ کیا روح میں قوت سماعت ہوتی ہے؟ روح کیسے دیکھتی ہے؟ اسلام میں روح کی حقیقت واہمیت کیا ہے؟ کیا روح مر سکتی ہے؟ روح کیسے قبض کی جاتی ہے؟ روح جسم سے کیوں جدا ہوتی ہے؟ انسان کے مرنے کے بعد روح کب تک جسم میں موجود رہتی ہے؟ روح جسم سے نکل کر کہاں جاتی ہے؟

اس کے علاوہ تحقیقی حوالوں سے ان سوالات کا بھی جواب بیان کیا گیا ہے کہ

مرنے کے بعد روح پر کیا گزرتی ہے؟ ایک بار مرنے کے بعد روح جسم میں دوبارہ کیسے داخل ہوتی ہے؟ روح کا قبر سے کیا تعلق ہوتا ہے؟ نیک روح اور بدروح میں کیا فرق ہے؟ روحوں کا آپس میں کیسے رابطہ ہوتا ہے؟ روح کیسے بدروح بنتی ہے وغیرہ۔

یہ کتاب ان شائقین کے لیے بے حد کارآمد اور بیش قیمت معلومات کا خزانہ ہے جو یہ معلوم کرنے کے لیے بے تاب رہتے ہیں کہ روح کو قابو کرنے اور غلام بنانے کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں؟ روحوں سے کیا کام لیا جاسکتا ہے؟ سفلی اور کالے علم کے ماہر روحوں کو کس طرح استعمال کرتے ہیں؟ روح سے کیا کیا فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں؟ قیدی روح یا غلام روح کو کس طرح ایک مردہ جسم میں داخل کیا جاسکتا ہے؟ روحوں کے بارے میں دوسرے مذاہب کے کیا نظریات ہیں؟

برسوں کی تحقیق، علماء کرام کے بیانات اور ذہنی کاوشوں کے نتیجے میں عالم ارواح کے بارے میں پہلی بار تمام حقائق کو اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے جس سے یہ بے حد حیرت انگیز، عبرتناک، دلچسپ اور معلومات کا خزانہ بن گئی ہے۔ تاہم اگر روحوں اور بدروحوں کے متعلق کوئی بات جاننے کی خواہش ہو تو درج ذیل پتے پر ایک خط بمعہ جوابی لفافہ بھیج کر معلوم کر سکتے ہیں۔ جواب دینے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

صفدر شاہین

اللہ والی کالونی۔ بلاک 6 پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی

عالم ارواح

روحانی سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ مذہبی کتابوں میں بہت سے سوالوں کا جواب نہیں ملتا اس لئے ہمیں خود ہی غور و فکر کرنا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں بہت ترقی یافتہ سوسائٹیاں موجود ہیں۔ جن میں تحقیق کا کام ہوتا رہتا ہے۔ روح کے بارے میں رسالوں، اخباروں اور کتابوں میں بہت کچھ لکھا جاتا ہے۔ کئی ایسے مضامین چھپتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شخص مردہ لوگوں سے بات چیت کر لیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو انگریزی میں میڈیم (MEDIUM) کہتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر رقم لے کر کام کرتے ہیں اسی طرح میڈیم بھی رقم لے کر کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ مردہ روحوں سے بات کر لیتے ہیں اور خاص روحوں کو بلا سکتے ہیں۔

ان کے پاس لوگ اپنے مسائل لاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کا باپ اچانک بغیر وصیت کے مر جاتا ہے۔ اس کا بیٹا یا بیٹی میڈیم کے پاس آتے ہیں تاکہ وہ ان کے مردہ باپ سے بات چیت کر کے جائیداد یا کسی دوسرے سوال کا جواب حاصل کر سکے اور میڈیم ان کے باپ کی روح کو بلاتا ہے اور سوالوں کا جواب پوچھتا ہے۔ اس طرح یہ شخص معاشرے کی ایک اہم ضرورت پوری کرتا ہے۔ یورپ کے ایک روحانی محقق سے چند سوالات پوچھے گئے۔

سوال: کیا مرنے کے بعد انسان کی روح کام کرتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔ روح کام کرتی رہتی ہے۔ ہمارا تجربہ ہمیں یہی بتاتا ہے۔ قدرت نے روح کو کلام کرنے اور دیکھنے اور ادھر اُدھر اڑنے کی طاقت دی ہوئی ہے اگر وہ کسی کی مدد کر دے تو اس کا کیا بگڑتا ہے۔ ہاں اچھی روحیں بھی ہوتی ہیں اور بری بھی۔ اچھی روح اچھا مشورہ دیتی ہے۔

سوال: لوگ آپ کی بات کی سچائی کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

جواب: اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ایک ٹیلی اسکوپ یا ایسے آلات نہیں جس

سے ہم روح کو دیکھ سکیں۔ ٹیپ ریکارڈر نہیں جس سے ہم روح کی آواز کو ٹیپ کر سکیں۔ شاید ایسا وقت آ جائے کہ انسان حالات کو بہتر بنالیں جس سے نہ صرف ہم روح کو دیکھ سکیں بلکہ اس کو پکڑ سکیں۔ جب ایسے آلات بن جائیں گے تو یہ بہت بڑا روحانی انقلاب ہوگا۔

محققین کا کہنا ہے کہ ان کے پاس ہزاروں خطوط ہیں جن میں لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے روحوں سے بات چیت کی ہے۔ ہم ہرگز یہ بات کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ یہ سب باشعور انسان جھوٹ بولتے ہیں۔ ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اگر کوئی اتنی بڑی تعداد میں گواہیوں کے باوجود ہماری بات یعنی روح کی حقیقت کو ماننا نہیں چاہتا تو یہ اس کی مرضی ہے۔ ماننے یا نہ ماننے سے روحیں بات چیت کرنا نہیں چھوڑ دیں گی۔ چند لوگ جوان کی قوت کو تقسیم نہیں کرتے نہ سہی۔ روحوں کو کیا فرق پڑتا ہے۔ فرق تو انسان کو پڑے گا۔

سوال: وہ لوگ جو روح کی سچائی کو جاننا چاہتے ہیں۔ ان کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: ہر کام کرنے کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے کچھ دے کر کچھ ملتا ہے۔ میں سفارش کروں گا، کہ ایسے اشخاص کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کی تلاش کریں جن کو روح کے بارے میں علم ہو۔ ان کی صحبت میں بیٹھے۔ ایسے لوگ بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ امید ہے ان کو روح کی سچائی کا ثبوت مل جائے گا۔

سوال: آپ نے روح کی سچائی جاننے کے لئے کیا کیا تھا؟

جواب: کئی سال پہلے جب مجھے روحوں کے معاملات میں دلچسپی پیدا ہوئی تو میں نے بہت سے رسالے اور کتابیں پڑھ ڈالیں۔ ان سے مجھے کئی روحانی سوسائٹیوں کے پتے معلوم ہوئے۔ ایک دن میں نے ایک روحانی سوسائٹی کے دفتر ٹیلیفون کر دیا۔ ایک محترمہ نے فون اٹھایا۔ میں نے ان کو ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ محترمہ نے مجھے ایک تاریخ دی اور بتایا کہ اس دن بہت سے لوگ آئیں گے ایک ضروری میٹنگ ہے۔ آپ اس دن تشریف لائیں۔

میں میٹنگ میں گیا اور لوگوں کی باتیں سن کر حیران ہوتا رہا۔ لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ روحوں سے بات ہو سکتی ہے اور یہ کہ یہ کوئی عجوبہ نہیں ہے۔ اس محفل میں بہت سے افراد موجود تھے جو روحوں سے بات چیت کر لیتے تھے، وہ آپس میں اہم معاملات پر تبادلہ خیال کرتے رہے۔

اس واقعہ کے بعد میری دلچسپی اور بڑھ گئی اور میں اکثر اوقات سوسائٹی کی میٹنگ میں جاتا تھا۔ کئی دوست بن گئے تھے ان سے باتیں کرتا تھا۔ ایک صاحب نے سمجھایا کہ جس طرح آپ کسی کو ٹیلی فون کرتے ہیں اور ایک خاص نمبر جو اُن کا ہے اس کو گھماتے ہیں تب بات ہوتی ہے اسی

طرح روح تک پیغام پہنچانے یا اس سے وصول کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے جو کہ زیادہ تر عبادات سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال: کوئی آسان طریقہ بتائیں جس سے روح کا ثبوت مل سکے۔

جواب: روح کوئی خریدی جانے والے شے نہیں ہے کہ آپ سپر مارکیٹ جائیں اور پیسے دے کر خرید لیں۔ روحوں سے فیض یاب ہونے کے لئے عبادت، صبر اور محنت شرط ہیں۔

اگر انسان کا دماغ بیدار ہو تو اس کو معمولی چیزوں میں خدا کی قدرت نظر آتی ہے۔ جب آپ ہوا میں اڑتا ہوا کاغذ کا ٹکڑا یا درخت سے گرا ہوا پتا دیکھتے ہیں تو آپ ہوا کا رخ اور پریشر کے بارے میں جان جاتے ہیں۔ جس سائنسدان نے سورج کی گھڑی سے وقت کی پیائش کی تھی اس کے پاس ایک چھوٹی سی چھڑی تھی۔ اس نے زمین پر گاڑ کر اس کے گرد ایک دائرہ کھینچ لیا اور چھڑی کے سائے اور زمین کی گردش کے تعلق پر غور کیا اور اس کو سمجھا۔ جس سائنسدان نے زمین کے قطر کی پیائش کی تھی۔ اس کے پاس بھی چند چھڑیاں تھیں۔

ایسی چھڑیاں تو سب کے پاس ہیں لیکن کتنے لوگوں نے ایسے کام کئے ہیں کہ دنیا ان کو یاد رکھے۔ زمین کی پیائش کرنے کا خیال دوسروں کو کیوں نہیں آیا۔ کیا باقی انسان بیدار مغز نہیں؟ کیا وہ جاگتے ہوئے بھی سوئے ہوئے ہیں۔ دماغی طور سے؟

موت کے بعد کیا ہوتا ہے؟ اس بارے میں لاتعداد کہانیاں ہیں۔ کئی لوگ خواب میں مردوں سے بات چیت کرتے ہیں۔ ان کو دیکھتے ہیں۔ ان کی صورت پہچانتے ہیں۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کی زندگی بہت اچھی گزرے گی۔ وہ اپنی مرضی سے لہلہاتے باغات کی سیر کریں گے۔

جو ڈراؤنے خیالات کے مالک ہیں۔ وہ موت کے بعد کی زندگی کو تکلیف دہ سمجھتے ہیں۔ اتنا تکلیف دہ جتنا جہنم ہو۔

دراصل زندگی ایک لمبے سفر کا نام ہے۔ اگر کوئی یہ سفر بغیر لڑائی جھگڑے کے گزار دیتا ہے تو اس کے لئے موت کوئی بھیانک شے نہیں ہے۔ یہاں بھی خیریت سے گزری وہاں بھی خیریت سے گزرے گی۔

اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ روح نظام شمسی سے باہر جا سکتی ہے تو ذرا ان فاصلوں اور حالات پر غور کریں۔ ہمارا پڑوسی سیارہ چاند 384,000 کلومیٹر دور ہے۔ وہاں نہ ہوا ہے نہ پانی۔ کسی جاندار کے آثار نہیں ملتے۔ وہاں زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہے۔ آپ کو ہوا اور پانی کا بندو

بست کرنا ہوگا۔

زہرہ جو نزدیک کا سیارہ ہے۔ہم سے کروڑوں کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔یہ گیس میں لپٹا ہوا ہے۔اور نہایت گرم۔وہاں زندگی کے آثار نہیں ملتے۔اسی طرح دوسرے سیارے ہیں ہم سے کروڑوں کلو میٹر دور۔سب کے سب زندگی کے لئے غیر موزوں ہیں۔کیا روح ان سیاروں میں جانا پسند کرے گی۔کیا اس کی قوت پرواز اتنی ہے۔کیا روح کو ایسی جگہوں پر سکون مل سکتا ہے؟ زمین کے علاوہ کوئی دوسرا سیارہ جنت نما نہیں ہے۔

☆......☆......☆

لوگ روح کی بات سن سکتے ہیں اور روح زندہ انسانوں کی بات سن سکتی ہے۔اس کے علاوہ ان کی حرکات کا مشاہدہ بھی کر سکتی ہے۔روح کی صفات پر ہمارے پاس بہت سی شہادتیں ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ روح سنتی ہے، بولتی ہے، دیکھتی ہے اور اڑتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ روحانیت میں دلچسپی رکھتے ہیں۔روحانی رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں اور عبادت کا سہارا لیتے ہیں۔روزانہ ریاضت کرتے ہیں۔کافی مدت کے بعد ان کا تعلق روح کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے۔

لوگ روحوں سے تعلقات کیوں رکھنا چاہتے ہیں؟ یہ سوال بہت سے لوگوں سے پوچھا گیا۔ جواب یہ تھا کہ اچھی روحیں اچھا مشورہ دیتی ہیں۔برے کاموں کی وارننگ دیتی ہیں۔اس طرح انسان کی مدد کرتی ہیں۔ایک روحانی محقق نے برسوں محنت کی کہ وہ روحوں کے ساتھ بات چیت کر سکتا ہے۔عام طور پر لوگ روحوں سے بات چیت نہیں کر سکتے۔اس محقق نے چند سوالات روحوں سے پوچھے۔جو یہ ہیں:

سوال: (روح)۔مرنے کے بعد آپ نے سب سے پہلا کام کیا کیا تھا؟

جواب: مرنے کے بعد ہر قسم کی خواہشات بہت تیز ہو جاتی ہیں۔مرنے کے بعد ایک دم نیک کام کرنے کی خواہش نے زور پکڑا۔میں نے دنیاوی کاموں کا جائزہ لیا۔مجھے محسوس ہوا کہ میں نے دانستہ اور نادانستہ اپنی اولاد، بیوی اور رشتہ داروں کی دل آزاری کی تھی۔مجھے احساس ہوا کہ یہ میری غلطیاں تھیں۔لیکن اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔کچھ عرصہ گزر گیا۔پھر مجھے احساس ہوا کہ میں کچھ کر سکتا ہوں وہ یہ کہ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کے دماغ میں اچھے خیالات ڈال دوں۔وہ میری آواز نہیں سن سکتے تھے۔میں نے ان کے گھروں میں جانا شروع کر دیا۔مجھے بچوں سے پیار ہو گیا اور میں ان کا خیال کرنے لگا۔

یہی سوال ایک اور روح سے پوچھا گیا کہ مرنے کے بعد سب سے پہلا کام کیا کیا تھا؟ تو اس نے جواب دیا۔ مرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں صرف جسمانی طور پر مرا ہوں لیکن میری روح زندہ ہے۔ میں آزاد ہوں۔ ہر جگہ اپنی مرضی سے جا سکتا ہوں۔ سب سے پہلے میں اپنے گھر آیا۔ گھر کے ہر فرد کو بلانے کی کوشش کی لیکن کوئی میری بات نہ سن سکتا تھا۔ میں اپنے ہی گھر میں اجنبی تھا۔ مجھے سب کے نام یاد ہیں۔ مجھے اپنا کمرہ یاد ہے۔ مجھے دوستوں کی رہائش گاہ یاد ہے۔ مجھے کسی مادی چیز کو حاصل کرنے کی خواہش نہ تھی۔ لیکن میں لوگوں سے باتیں کرنے کے لئے بے قرار تھا۔ آخر میں نے ان لوگوں کو ڈھونڈ نکالا۔ جو میری بات سن سکتے تھے اور دماغی طور پر جواب بھی دیتے تھے۔

میں نے ان سے دوستانہ تعلقات کی ابتداء کی اور اس کو قائم رکھا۔ میں ایک کو ملنے کے بعد دوسرے کے پاس جاتا ہوں۔ مجھے ان کے تصورات اور ضروریات کا پتہ چلتا رہتا ہے اگر ہو سکے تو میں ان کو مشورہ دیتا ہوں۔

روحیں بھی انسان کی طرح عقل والی اور کم عقل والی ہوتی ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علم و عقل اکٹھا ہو جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ روح کا کہنا ضرور مانا جائے۔ بعض اوقات روح غلطی بھی کر سکتی ہے۔ اس محقق کی ایک روح نے بیان دیا کہ وہ اکثر دوسری روحوں کی جھلک دیکھ سکتی ہے۔ مثلاً جنات کی۔ ان کو ادھر ادھر جاتے دیکھ سکتی ہے۔ فلک پر اڑتے ہوئے فرشتوں کو دیکھ سکتی ہے۔

ایک اور محقق کا بیان ہے جو کہ دراصل سائنسدان ہے اور ایک دور دراز لیبارٹری میں کام کرتا ہے۔ کبھی کبھی وہ گھر رات کو لیٹ آیا کرتا تھا۔ خاص طور پر اس رات جب اس کے تجربے کا نتیجہ حاصل ہونے والا ہو۔ وہ کہتا ہے کہ:

ایک رات بارش ہو رہی تھی اور دھند چھائی ہوئی تھی۔ مجھے راستہ صحیح طور پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں گاڑی آہستہ آہستہ چلا رہا تھا۔ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری گاڑی میں کوئی آ بیٹھا ہے۔ میں نے گاڑی کو روکا۔ لیکن پچھلی سیٹ پر کوئی نہ تھا۔ پھر میں گھر آیا اور کھانا کھانے کے بعد حسب معمول سو گیا لیکن مجھے گاڑی میں کسی چیز کی آمد کا احساس ستاتا رہا۔

وقت گزرتا رہا۔ اکثر رات کو گھر آتے ہوئے مجھے کبھی کبھی روشنیاں دکھائی دینے لگیں۔ اور پھر وہ دن آ گیا جب مجھے آوازیں سنائی دینے لگیں۔ روحوں کی آوازیں۔ میں اس کا ذکر کسی سے نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ لوگ مجھے پاگل کہیں گے۔ بہر حال مجھے معلوم ہوا کہ وہ

روح ایک سائنسدان کی ہے۔ وہ روح مجھے پا کر بہت خوش تھی۔

ایک رات میں بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ روح آ گئی۔ اس نے مجھ سے کہا۔ ''اے میرے زندہ دوست! میں تمہیں ایک بات بتاتی ہوں۔ تمہارے تجربے کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن تمہیں اس کا پھل نہیں ملے گا۔ بعض اوقات دنیا والے بیج ڈالتے ہیں۔ درخت اگاتے ہیں لیکن پھل کوئی اور کھاتا ہے۔ کیوں نہ ہم زندگی میں ایسے پودے لگائیں جن کی خوشبو مرنے کے بعد بھی آتی رہے۔ یہی دائمی زندگی کا راز ہے۔''

میں نے روح سے کہا کہ آج تم کیسی شاعرانہ باتیں کر رہی ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس نے جواب دیا۔ تمہارے کاغذات جن پر فارمولے لکھے ہیں اور مشاہدات لکھے ہیں وہ کوئی چوری کر کے لے گیا ہے اور چوروں نے تمہاری لیبارٹری کو آگ لگا دی ہے۔ پولیس کی انکوائری ہوگی اس میں لکھا جائے گا کہ آگ لگنے کی وجہ شارٹ سرکٹ ہے اور واقعی میں اگلی صبح لیبارٹری پہنچا تو وہ جل چکی تھی۔

بعض روحانی محققین کا کہنا ہے کہ انہوں نے روحوں کے رونے کی آواز سنی ہے۔ کئی روحیں درد اور دکھ کے ساتھ چیختی ہیں اور روتی ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ روح کا ضمیر ہوتا ہے۔ اس کو احساس جرم کی سزا ملی ہوتی ہے۔ دولت کی کوئی روحانی قدر و قیمت نہیں، نہ ہی اس کا زیادہ بڑا ڈھیر ہونا کوئی ثواب پہنچاتا ہے البتہ اگر روپیہ پیسہ بھلائی کے کاموں میں صرف کیا گیا ہو تو ثواب مرنے کے بعد روح کو پہنچتا ہے۔ بہت سے لوگ دولت کی وجہ سے عذاب میں پھنس جاتے ہیں۔ جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو دولت جمع کرنے میں اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ گھر بار اولاد ہمسایوں کا خیال نہیں کرتے جائز اور ناجائز ہر طریقے سے دولت سمیٹتے ہیں۔ اخلاق اور عدل کے اصول بھول جاتے ہیں۔

مرنے کے بعد روح کی دنیاوی زندگی کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔ اس وقت روح کو بہت ندامت ہوتی ہے۔ اس کے پاس دولت نہیں ہوتی جو وہ حق داروں کو دے سکے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اتنا ہی عذاب یا بوجھ اس روح پر لاد دیا جاتا ہے۔ روح اپنا قرضہ اتارنے کے لئے پریشان اور بے چین رہتی ہے اور وہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کی مدد کرنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔

☆......☆......☆

روح کے متعلق سائنسی نظریے

نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر انڈری ذاکھورو دنیا میں ممتاز علم طبیعات کا ماہر تھا۔ روس کا یہ سائنسدان ہائیڈروجن بم بنانے کا بانی بھی تھا چند سال پہلے فوت ہو گیا۔ اس کی کھوپڑی کا آپریشن کر کے بھیجہ نکال کر روسی اکیڈمی کے علم العصاب (ذہن کے متعلق) کے انسٹی ٹیوٹ کو بھیج دیا گیا۔ جہاں بھیجے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس سائنسدان کی ذہنی صلاحیتوں کو دنیا مانتی ہے۔ اسی طرح لینن اور اسٹالن کا بھیجہ نکال کر محفوظ کر لیا گیا ہے اور ماسکو کی لیبارٹریز میں پڑے ہوئے ہیں۔

ان مشہور ہستیوں کے علاوہ اور بہت سے سائنسدانوں اور دانشوروں کے بھیجے مختلف لیبارٹریز میں بکھرے پڑے ہیں۔ اور ہزاروں ریسرچ کرنے والے طالبعلموں اور دوسرے محققین کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

امریکہ کے مشہور سائنسدان آئن سٹائن کا بھیجہ بھی محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی سائنسدانوں کے بھیجے امریکہ کے مختلف شہروں میں محفوظ ہیں۔ ان بھیجوں کی بناوٹ اس کے کیمیکل، جسامت اور وزن کا ناپ تول ہوتا ہے۔ ان بھیجوں کا عوام کے بھیجوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ پیچ وخم، مائیکروسکوپ۔ کے ذریعے دیکھے جاتے ہیں۔ تصویریں اتاری جاتی ہیں۔ نقشے تیار ہوتے ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ مشہور ہستیوں میں کیا چیز فالتو ہے جس کی وجہ سے وہ ممتاز ہوئے اور لیڈر بن گئے۔

اس بھیجہ ریسرچ پروگرام پر اربوں ڈالر خرچ ہو رہے ہیں اور یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے پروفیسر تحقیق میں مشغول ہیں۔ نئے آلات کیمرے، فلمیں، ایکسرے، اور لیزر وغیرہ استعمال ہو رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھیجہ کے مطالعہ سے بہت سی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ لیکن روح کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا، روح کہاں ہوتی ہے اس کا مقام کہاں ہے۔ آج تک کسی محقق نے رپورٹ نہیں کی کہ اس نے روح کا مردہ ڈھانچہ تلاش کر لیا ہے یا روح کو زندہ پکڑ لیا ہے۔

اگر روح کو سمجھنے کے لئے صرف بھیجے ٹٹولتے رہے تو صدیاں گزر جائیں گی۔ اور روح کا پتہ نہ چلے گا۔ ڈھونڈنے والے سراب کو پانی سمجھ کر اس کے پاس جاتے رہیں گے۔ لیکن ہمیشہ پیاسے لوٹتے رہیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ کوئی دوسرا راستہ تلاش کرنا ہوگا۔

ایک مشہور روسی سائنسدان نے دعویٰ کیا کہ اس نے انسان کے جسم کے ہر ذرہ کا مطالعہ کیا ہے۔ سالہا سال اسی دشت کی سیاحی میں گزارے ہیں۔ اس کو روح کا نام و نشان نہیں ملا۔ دنیا کا پہلا خلاباز، یوری گاگرین تھا۔ اس نے زمین کے گرد چکر لگائے تھے۔ جب وہ واپس زمین پر آیا، اس سے پوچھا گیا اس کو خلاء میں کیا نظر آیا؟

اس نے جواب دیا۔ ''مجھے نہ خدا نظر آیا نہ فرشتے۔''

امریکہ کا پہلا اسٹرونوٹ جس نے چاند کے گرد گردش کی تھی جب زمین پر آیا تو پادریوں کے گروپ نے پوچھا کہ کیا تمہیں خدا کی کوئی شہادت ملی۔ اس کا جواب بھی نفی میں تھا۔ چاند پر اترنے والوں کے مختلف خیال ہیں یا یوں سمجھ لیں کہ مختلف خیالات ہوتے ہیں۔

چاند پر سفر کرنے والوں میں ایک اسٹرونوٹ زمین پر آ کر پادری بن گیا ہے۔ اس کو خدا کی شان نظر آئی۔ اب وہ ساری عمر تبلیغ میں گزارنا چاہتا ہے۔ ایک اسٹرونوٹ نے کہا کہ زمین بہت خوبصورت اور چھوٹی سی دنیا ہے۔ انسان کو چاہئے امن اور محبت کے ساتھ رہے۔

جن لوگوں نے مذہبی کتابیں پڑھی ہیں۔ انہوں نے پڑھا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے روح کو حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی پر پھونکا۔ اس طرح روح جسم میں داخل ہوئی۔ پھر اس روح کی وجہ سے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ یا اس کو زندگی کا نام دے دیں۔

انسان مادے اور زندگی کا مجموعہ ہے جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو مادہ یعنی جسم ہر لمحہ گلنے اور سڑنے لگتا ہے۔ روح نہ صرف زندگی بخش ہے بلکہ جسم کو گلنے اور سڑنے سے بچاتی ہے۔ جب انسانی گوشت کو مائیکروسکوپ سے دیکھا جاتا ہے۔ جسم کے ایٹم کی بناوٹ مولی کیول

الیکٹرون، پروٹون نیوٹرون، اورسب ذرات نظر آتے ہیں۔جسم کے اندر سیل بنتے رہتے ہیں۔ ٹوٹتے رہتے ہیں۔انسانی کھال پر سے مٹی کی طرح جھڑتے رہتے ہیں۔

دراصل زندہ ہونے کا یہی بڑا ثبوت ہے۔دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ روح کی موجودگی کا ثبوت ہے۔روح نکل جاتی ہے تو سیل بننے بند ہوجاتے ہیں۔انسان کی مشینری کھڑی ہوجاتی ہے۔پھر دنیا کی کوئی طاقت اس مشین کو دوبارہ چالو نہیں کرسکتی۔

علم العصاب کے ماہرین کا کہنا ہے کہ عام طور سے سب انسانوں کے بھیجے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ایک جیسی بناوٹ، کیمیکل، الیکٹرون، پروٹون وغیرہ وغیرہ۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک شخص مہذب، ہمدرد اور محبت کرنے والا ہوتا ہے اور دوسرا سخت دل، دھوکے باز ظاہر ہوتا ہے۔ایک سرجن سے پوچھا گیا کہ آپ بھیجے کی بناوٹ کا اس کی کیمسٹری سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔کہ یہ شخص ظالم ہے یا پیار کرنے والا۔جواب نفی میں تھا۔

اگر یہی سوال ماہر نفسیات سے پوچھا جائے تو وہ کہے گا کہ انسان کا ضمیر ہوتا ہے۔کوئی اچھے خیالات رکھتا ہے، کوئی برے، کوئی اچھے عمل کرتا ہے کوئی برے کرتا ہے۔اگر روح کا ثبوت سرجنوں کو چیر پھاڑ کرنے کے بعد بھی نہیں ملتا تو نہ سہی۔سراب کے پیچھے بھاگنے سے کیا فائدہ۔

دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ وہ روحوں سے بات چیت کر لیتے ہیں۔ اس بات چیت کے سچ ہونے کا ثبوت بھی مل جاتا ہے۔

امریکہ، یورپ میں روحوں سے بات کرنے والے کو میڈیم کہتے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو روح کے زندہ اور پائندہ ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ایسی مثالیں موجود ہیں۔ایک شخص حادثے میں یا حرکت قلب بند ہوجانے سے مرجاتا ہے۔اور اس کے وارث یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ضروری کاغذات یا روپیہ پیسہ کہاں ہے؟

وارث میڈیم حضرات کے پاس جاتے ہیں اور اس سے پوچھ لیتے ہیں۔ایسے بہت سے واقعات ہیں۔کہ اس طرح روح کی بتائی ہوئی باتیں سچ ثابت ہوتی ہیں۔جب سچائی سامنے آتی ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ جس روح سے بات ہوئی ہے وہی مطلوبہ روح تھی۔

☆......☆......☆

روح کی موجودگی کا احساس

پاکستان اور دنیا کے مختلف ممالک میں روحانی علوم کو جاننے والے موجود ہیں۔ ہر شخص روح کی آواز نہیں سن سکتا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی شخص بھی نہیں سن سکتا۔ چند سال پہلے ایک انجینئر کا تبادلہ بڑے شہر سے چھوٹے شہر میں ہو گیا۔ اس نے ایک بنگلہ کرائے پر لیا۔ وہ اور اس کی بیوی اور ایک بیٹی 18 سالہ طالبہ اس میں رہنے لگے۔

چند ہفتے گزرے تھے کہ لڑکی کو احساس ہونے لگا جیسے اس کے کمرے میں کوئی چیز موجود ہو۔ اس کا یہ احساس دن بہ دن بڑھتا گیا۔ اس نے سب جگہوں کی تلاشی لی لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ چند ہفتے اور گزر گئے جب وہ رات کو سو رہی ہوتی تھی تو اس کی آنکھ کھل جاتی تھی۔ جیسے کسی نے ہاتھ لگا دیا ہو۔ اس لڑکی نے اپنی والدہ سے ذکر کیا پھر والد کو بتایا۔ دونوں وہم قرار دے کر بات ٹال دیتے تھے۔

نوجوان لڑکی نے بہت اصرار کیا کہ کوئی نہ کوئی چیز ہے۔ آخر اس کا باپ ایک روحانی عالم کے پاس پہنچا۔ ان سے ماجرا بیان کیا اور مدد کی درخواست کی۔ عامل صاحب نے بنگلے کا پتہ لیا اور انکوائری شروع کر دی۔ اس بنگلے کے ارد گرد رہنے والوں سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ معلوم یہ ہوا کہ تقریباً 10 سال پہلے اس بنگلے میں ایک جوڑا رہتا تھا۔ میاں بیوی میں بہت محبت تھی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میاں گھر میں ایک دوسری نوجوان لڑکی کو لے آیا۔ جب اس کی بیوی نے دیکھا تو اس نے ریوالور اٹھایا اور اپنے خاوند پر ناکام گولی چلا دی۔ وہ زخمی ہو گیا پھر بیوی نے اپنے آپ کو سر پر گولی ماری اور اسی وقت مر گئی۔ اسی طرح اس مکان کے اندر خودکشی کی واردات ہو چکی تھی۔ مالک نے یہ بنگلہ فروخت کر دیا معلوم نہیں کہاں چلا گیا۔ جس شخص نے یہ بنگلہ خریدا ہے وہ اس کو کرائے پر دے دیتا ہے۔ کرایہ دار چند مہینے تو یہاں رہتا ہے لیکن پھر نہ معلوم کیوں بھاگ جاتا ہے۔

روحانی عالم نے اس واقعہ کی تصدیق اس روح سے کی جو وہاں رہتی تھی یعنی خودکشی کرنے والی لڑکی کی روح سے، اس روح کا بیان ہے کہ وہ اپنی لاش کو خون میں لت پت دیکھ سکتی ہے اور گولیاں چلنے کی آوازیں سن سکتی ہے۔ یہ منظر بدستور دس سال سے دھرایا جا رہا ہے۔ رات کی تنہائی میں یہ روح گولی چلنے کی آواز سنتی ہے۔ اور خون آلود لاش دیکھتی ہے۔ روح نے یہ بھی بتایا کہ وہ خود بھی یہ منظر دیکھ دیکھ کر تنگ آ چکی ہے۔ اور اس کو معلوم نہیں کہ وہ کیا کرے۔ جب یہ منظر اس کے

سامنے آتا ہے تو وہ چیخیں مارتی ہے اور روتی ہے۔

روحانی عالم صاحب نے طالبہ سے بھی معلوم کیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس نوجوان لڑکی کا یہ بیان ہے کہ کچھ ہفتے تو وہ یہ محسوس کرتی رہی۔ جیسے کوئی اس کے کمرے میں موجود ہے۔ پھر چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کے بعد ایک نسوانی آواز میں رونے کی آواز آتی تھی۔ نوجوان طالبہ اتنا کچھ سننے کے بعد بھی حوصلہ مند تھی۔

روح نے عالم کو بتایا کہ وہ گہری نیند سونا چاہتی ہے۔ لیکن جب یہ منظر دہرایا جاتا ہے وہ بے چین و پریشان ہو جاتی ہے ایسا کیوں ہے؟ عامل نے بتایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی آپ کی ''جسمانی'' طبعی عمر باقی تھی آپ نے خودکشی کر لی۔ جب تک آپ کی طبعی عمر باقی ہے آپ جاگ سکتی ہیں۔ اور تکلیف اٹھاتی رہیں گی۔ اسی لئے مذہب اسلام نے خودکشی کے فعل کو حرام قرار دیا ہے۔ روحانی عالم نے روح کو تسلی دیتے ہوئے مشورہ دیا کہ اب پرسکون زندگی گزارنے کا صرف ایک طریقہ ہے، وہ یہ کہ آپ آرام کے ساتھ گہری نیند سو جائیں۔ گزرے ہوئے واقعات کو مدت ہو گئی ہے اس کو بھول جائیں اور اگر ہو سکے تو یہ بنگلہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلی جائیں۔ روح نے کہا کہ وہ دوسری جگہ کیوں چلی جائے جب کہ یہ بنگلہ اس کا ہے۔ عامل نے کہا اچھی بات ہے آپ اسی مکان میں رہیں لیکن اس کمرے میں نہ آئیں جہاں یہ واقعہ ہوا تھا۔ سب باتوں کو بھول جائیں معاف کر دیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ بے فکری سے سو جائیں اور سونے میں طبعی عمر کا باقی حصہ گزاریں۔

جب عامل صاحب سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے کہ آپ کے اور روح کے درمیان یہ باتیں ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ ثبوت صرف اتنا ہے کہ انجینئر صاحب میرے پاس مدد مانگنے آئے۔ ان کی بیٹی کچھ آوازیں سنتی تھی جو اس کو پریشان کرتی تھیں۔ اب اس نوجوان لڑکی کا یہ کہنا ہے کہ اس کی آوازیں آنا بند ہو گئی ہیں اور وہ پرسکون زندگی گزارنے لگی ہے۔

اگر یہ لڑکی ان پڑھ ہوتی اور اس کے والدین بھی ان پڑھ ہوتے تو ان کا رویہ کچھ اس قسم کا ہوتا وہ سمجھتے کہ ان کی بیٹی پر بھوت کا اثر ہو گیا ہے۔ پھر یہ بیچارے مصنوعی پیروں اور گنڈے تعویز کرنے والوں کے چکر میں پھنس کر اور زیادہ پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے اور لڑکی کو آرام بھی نہ آتا اور وہ لوگ مالی طور پر بھی پریشان ہوتے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ روح کے ساتھ بات چیت ہو سکتی ہے۔

☆......☆......☆

روح کی حقیقت

روح کی حقیقت کے علم وادراک کی بحث کے بارے میں علماء اسلام کا ایک گروہ تو روح کی حقیقت میں غور وخوص کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا اور نہ وہ کبھی اس پر غور کرتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "روح کا علم خدا کا خاصہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو اس علم پر مطلع نہیں کیا۔ اسی واسطے بندوں کو اس بارے میں اس سے زیادہ بحث نہیں کرنی چاہئے کہ روح ضرور کوئی موجود چیز ہے۔"

اس فرقہ کے حامی اور پیروکار کہتے ہیں کہ روح کے بارے میں بحث کرنے والا دین میں بدبخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت کو اپنے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ظاہر نہیں کیا۔ اس لئے اس کی تحقیق اور تفتیش میں داخل ہونا غلط اور فساد ہے۔ جس چیز پر قرآن وحدیث خاموش ہوں اس میں خوص کرنا دین میں فساد پھیلانے کے مترادف ہے۔

بعض علماء اسلام سے تو یہاں تک منقول ہے کہ روح کی حقیقت کو آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی نبی، رسول نے بیان نہیں کیا۔ "یعنی جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں روح کی حقیقت کو ظاہر نہیں کیا اور تورات میں بھی اس کا کہیں ذکر نہیں۔ جیسا کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہود نے آنحضرت ﷺ سے روح کی نسبت سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے جواب میں انہیں قرآن کی ایک آیت پڑھ کر سنائی تو یہودیوں نے کہا کہ "تورات میں بھی ایسا ہی ہے۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود ونصاریٰ بھی روح کا علم خدا کا خاصہ سمجھتے تھے۔ پھر بھلا عام لوگ روح کی حقیقت سے کیونکر واقف ہو سکتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ روح ایک غیر محسوس چیز ہے بلکہ ماورائے عقل ہے۔ اس کا علم حاصل کرنے میں سوائے نقل کے عقل کا مطلق دخل

نہیں۔ نہ ہی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روح کی نسبت کچھ منقول ہے۔ اسی لئے ابن بطال کہتے ہیں کہ ''خدا کے نہ بیان کرنے میں یہ حکمت ہے کہ لوگوں کو اپنی عاجزی معلوم ہو جائے۔'' قرطبی کا قول ہے کہ ''جب انسان اپنے نفس کو جو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے باوجود یقینی ہونے کے شناخت نہیں کر سکتا تو اگر اپنے رب کی کماحقہ معرفت اور ادراک حقیقت سے عاجز ہو تو کیا تعجب ہے۔ دیکھو آنکھ تمام جہان کے عجائبات کا نظارہ کرتی ہے مگر اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔''

(یعنی اسی طرح انسان کے نفس اور روح کا حال ہے کہ تمام محسوسات و مرئیات میں غور وخوص کرتا ہے مگر اپنی حقیقت کی معرفت اور شناخت سے قاصر ہے)

پھر اس فرقہ میں اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی وفات سے پہلے بھی روح کی حقیقت معلوم ہوئی یا نہیں؟

بعض کہتے ہیں جیسا کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ انتقال فرما گئے اور آپ ﷺ روح کی حقیقت کو جانتے تھے۔'' اور بعض کا کہنا ہے کہ وفات سے پہلے روح کا علم آپ ﷺ کو ہو گیا تھا مگر قیامت کی طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا ہوا تھا۔''

''لیکن اہل علم کا دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ رسولوں اور نبیوں نے روح کی حقیقت و اہمیت اس وجہ سے بیان نہیں کی کہ عامہ مخلوقات پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے اور ان کے قول و فعل کی مخالفت کفر ہے لیکن انبیاء علیہ السلام کے علاوہ اور لوگوں کے اقوال کو قبول کرنے نہ کرنے میں سب کو اختیار ہے خواہ کوئی قبول کرے نہ کرے۔

چونکہ روح کی حقیقت کا مسئلہ نہایت دقیق اور بے حد عمیق تھا اس کے متعلق انبیاء علیہ السلام کا کوئی واضح بیان ہوتا تو ضعیف العقل اور کند ذہن انسان روح کی حقیقت کو پھر نہ سمجھ پاتے۔ وہ انبیاء علیہ السلام کے قول کی مخالفت یا اعتراض کر کے کفر تک پہنچ جاتے۔'' اسی لئے انبیاء علیہ السلام نے روح کی حقیقت کے بارے میں اشارہ اور کنایہ کے طور پر کلام کیا ہے نہ کہ صراحتاً۔

اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ روح کی حقیقت میں غور خوص اور بحث و تفتیش کرنا منع ہے اور نہ اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو روح کی حقیقت کا علم نہ تھا۔ ہاں اتنا ضرور ثابت

ہوتا ہے کہ آپ نے مفصل جواب نہیں دیا۔ رہی بات کہ آنحضرت ﷺ کا روح کی حقیقت بیان کرنے سے خاموشی اختیار کرنا یہودیوں کے نزدیک منجملہ دلائل نبوت کے تھا یا ان کا یہ سوال بطور طنز وطعن تھا۔ اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔

باقی آنحضرت ﷺ کے تفصیلی جواب دینے کے بجائے اجمالاً جواب دینے کی یہ حکمت ہوسکتی ہے کہ اہل عرب لفظ روح کا اطلاق متعدد معنی پر کرتے تھے مثلاً راحت، نسیم، سحری کی خنکی، حیات، قلب، رحمت وغیرہ ان یہودیوں کی نیت یہ تھی کہ محمد ﷺ روح کے جو معنی بھی بتلائیں گے ہم کہہ دیں گے کہ نہیں روح کے معنی تو یہ ہیں۔

زیادہ خدشہ اس امر کا تھا کہ حکماء وفلاسفہ متقدمین کے اقوال بھی روح کے بارے میں بہت مختلف تھے۔ لغت کے اس اشتراک اور حکماء کے اس اختلاف کی صورت میں کوئی جواب بھی پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے اس طریق پر جامع اور مجمل جواب دیا گیا جو ہر معنی اور قول پر صادق آسکے ساتھ ہی علماء ربانی کو اشارہ وکنایہ کے طور پر روح کی اصلی اور واقعی حقیقت پر بھی مطلع کر دیا گیا ہے۔

اس لئے کہ مصلحت عامہ کا اقتضا یہی ہے کہ سوائے علماء ربانی کے اور لوگوں سے حقیقت روح جیسے دقیق اور غامض مسئلہ پر کلام نہ کیا جائے اس لئے کہ عوام اس کے سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے خصوصاً حکماء کے طریقہ پر تو یہ ہرگز نہیں سمجھ سکتے اس لئے کہ یہ لوگ روحانی لطافتوں سے محروم اور خشک طبع ہوتے ہیں اسی لئے یہ لوگ ''تجرید'' اور ''تنزیہ'' یہ باری تعالےٰ کو جائز نہیں سمجھتے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض سادہ لوح تو اللہ تعالیٰ کو بھی مجسم جانتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ جسمانی موجودات کے علاوہ کسی امر معقولی کو سمجھ ہی نہیں سکتے نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ البتہ ان میں سے جو لوگ جہل کے درجہ سے کچھ بالاتر ہو جاتے ہیں وہ اللہ کی جسمیت کو پاک جانتے اور مانتے ہیں لیکن لوازمات جسمانی کی نفی وہ بھی نہیں کرسکتے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت اور سمت وغیرہ کے قائل رہے ہیں۔

☆......☆......☆

حدوث

اس دوسرے فریق کے بعض محققین کا تو قول ہے کہ آیت مذکورہ میں روح کی حقیقت وماہیت کے سوال کا جواب بھی موجود ہے اس لئے کہ یہود کا سوال روح کی قدامت اور حدوث سے متعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دے دیا اس لئے کہ ''من امر ربی'' کے معنی یہ ہیں کہ روح ہماری قدرت ابداح واختراع کا ایک نتیجہ اور کرشمہ ہے جو بغیر کسی سابق نمونہ اور نقشہ کے ہم نے پیدا کی ہے۔ اس لئے کہ روح صرف ہمارے امر سے وجود میں آئی ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں ان تمام امور کا ذکر کیا ہے۔

فرماتے ہیں ''روح'' نہ کوئی ''عرض'' ہے جو جسم میں حلول کرتا ہو اور اس کے ساتھ قائم ہو اور نہ خود کوئی لطیف جسم ہے جو بدن سے قماس اور متصل ہو اور نہ جسم میں ''داخل'' ہے نہ بالکل ''خارج'' پس معلوم ہوا کہ روح کا تعلق عالم خلق سے نہیں بلکہ عالم امر سے ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (''عالم خلق'' بھی اسی کا ہے اور ''عالم امر'' بھی اسی کا ہے'')

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خلق اور امر میں فرق ہے اور عالم خلق اور عالم امر دو الگ الگ عالم ہیں۔ اجسام ظاہری اور عالم مادی پیدا کرنے کا نام خلق ہے اور حقائق باطنی اور عالم روحانی کے موجود و مہیا فرمانے کا نام امر ہے اور جو موجودات حس، جہت، مکان، چیز وغیرہ عوارضات ولوازمات جسم سے بری ہوں، البعاد ثلاثہ، طول عرض اور (عمق) نیز کمی بیشی (کمیت) کے تحت داخل نہ ہو سکیں ان کو عالم امر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہمیں اس صورت میں اگر یہود کے سوال کا مقصد روح کی حقیقت دریافت کرنا تھا تو ''قل

الروح من امر ربی ''کا جواب ان کے سوال کے مطابق اور کافی ووافی ہے مگر اجمالی ہے، تفصیلی نہیں، نیز اس جواب سے اتنا ضرور ثابت ہوگیا کہ روح کی حقیقت ان امور ممکنہ میں سے ہے جن کا علم اگر کماحقہ غور خوص اور فکر ونظر سے کام لیا جائے تو حاصل ہو جانا ممکن ہے۔ محال نہیں۔ جیسا کہ عالم امر کی باقی مجردات کا حال ہے اور اگر یہودیوں کے سوال کا مقصد روح کی قدامت حدوث کا حال دریافت کرنا تھا۔

تب بھی قرآن کا جواب ان کے سوال کے موافق ومطابق ہے اور کچھ تفصیلی بھی ہے کیونکہ ''من امر ربی ''میں روح کی تخلیق وتکوین کی طرف اشارہ ہے اور تکوین حدوث کو چاہتی ہے۔ اگر روح کی معرفت ممکن الحصول نہ ہوتی تو اس کے سوال کے جواب میں کہا جاتا ('' کہہ دو کہ روح کا علم اللہ کا خاصہ ہے'') جیسا کہ قیامت وغیرہ کے سوالات کے جواب میں کہا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اگر کسی بھی وجہ سے روح کی حقیقت وماہیت کا علم وادراک احاطہ امکان میں داخل نہ ہوتا تو طالبان حق اور متلاشیان معرفت الٰہی کو روح کے متعلق غور وفکر کرنا اور مراقبات ومجاہدات کی محنت اٹھانا لایعنی بلکہ ارشاد نبوی ﷺ کے خلاف ہوتا۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کا فرمان واجب ہے۔ ('' کیا انہوں نے کبھی اپنے نفسوں کے متعلق غور وفکر نہیں کیا اور اللہ کی قدرت کی نشانیاں خود تمہارے نفسوں میں موجود ہیں تو کیا تم ان پر غور وفکر نہیں کرتے ؟'') اس فرمان سے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ روح کی معرفت حاصل ہوسکتی ہے نہ صرف یہ بلکہ مطلوب ومرغوب ہے اس لئے کہ روح کی معرفت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

روح کیا ہے؟

انسانی روح جوہر ہے یا عرض ہماری ہے یا مجرد؟ بسیط ہے یا مرکب؟ اس قسم کے غامض اور غیر ضروری مسائل جاننے اور سمجھنے پر نہ دینوی فلاح اور اخروی نجات موقوف ہے نہ ہی یہ مباحث حضرات انبیاء علیہم السلام کے فرائض تبلیغ میں داخل ہیں۔

بڑے بڑے حکماء اور فلاسفر آج تک خود ''مادہ'' کی حقیقت کو نہ پا سکے۔ روح تو بہر حال ''مادہ'' سے کہیں زیادہ خفی اور لطیف ہے اس کی ماہیت و کنہ (حقیقت) تک پہنچنے کی پھر کیا امید ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود روح کے متعلق تحقیقات کا سلسلہ عہد قدیم سے جاری ہے۔ نہ آج تک یہ سلسلہ ختم ہوا ہے اور نہ شاید ختم ہو سکے اس لئے کہ روح کی اصلی کنہ اور حقیقت تک پہنچنے کا دعویٰ تو بڑی بات ہے ابھی تو کتنے ہی محسوسات ایسے باقی ہیں جن کی کنہ و حقیقت معلوم کرنے سے ہم عاجز رہے ہیں۔

مگر نامعلوم حقائق کو معلوم کرنے کی فطری تلاش اور جستجو انسانی فطرت کا خاصہ لازمہ ہے اس لئے ہم بھی اس بحر ناپیدا کنار میں قدم رکھنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ قدیم و جدید حکماء محققین کے نظریات و آراء کے مطالعہ سے انسانی روح کے متعلق مذکورہ ذیل و نظریات واضح طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اصولاً انسانی روح کے بارے میں محققین کے دو گروہ ہیں۔

(۱) ایک گروہ روح کے مجرد عن المادہ (غیر مادی) ہونے کا منکر ہے (۲) دوسرا گروہ روح کے مادہ سے مجرد اور غیر مادی ہونے کا مدعی ہے پھر جو گروہ تجرد کا منکر ہے اس کے روح کی حقیقت متعین کرنے کے سلسلہ میں حسب ذیل دس قول (نظریئے) مشہور ہیں۔

(پہلا نظریہ)

ابن راوندی کہتا ہے روح جوہر بھی ہے۔ اس لئے کہ وہ قائم بالذات ہے اور غیر منقسم بھی ہے۔ اس لئے کہ بسائط کے ادراک و تعقل کی بناء پر اس کا تعلق بسائط سے ہے (یعنی محل بسائط ہے اور بسائط چونکہ خود غیر منقسم اور غیر متجزی ہونا چاہئے لہٰذا روح غیر منقسم اور غیر متجزی ہے) لیکن

مادہ سے مجرد (یعنی غیر مادی) نہیں ہے۔

کیونکہ ہمارے نزدیک ممکنات کا مادہ سے مجرد ہونا محال ہے۔ گویا ابن راوندی کے نزدیک مجرد عن المادہ صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ (اور تجرد اس کی صفت خاصہ ہے) لہٰذا ابن راوندی کے نزدیک ہر انسانی روح ایک جوہر فرد ہے اور انسانی بدن میں اس کا تعلق قلب سے ہے اس لئے کہ روح کا فعل علم وادراک ہے اور علم کا محل قلب ہے لہٰذا روح کا تعلق بدن انسانی میں یقیناً قلب سے ہے۔

(دوسرا نظریہ)

دماغ میں ایک قوت ہے جس کے فعل وعمل (علم وادراک) کا صدور دل سے ہوتا ہے (اسی لئے اس قول کے بعض قائلین اس قوت کا محل دماغ کے بجائے قلب کو قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ روح سرچ لائٹ کی طرح ایک ''نورریز'' قوت ہے جس کا محل دماغ، مگر اس کی روشنی (لائٹ) براہ راست قلب پر پڑتی ہے۔ اس کا عکس ہے بہر حال اس قول کے قائلین کے نزدیک روح ایک نور آفرین قوت ہے۔

(تیسرا نظریہ)

روح تین قوتوں کے مجموعہ کا نام ہے جن میں سے پہلی قوت حیوانی ہے۔ اس کا محل قلب ہے یہ خود ایک نہایت لطیف اور حار (گرم) بخار (بھاپ یا اسٹیم) ہے۔ اسی پر زندگی کا دارومدار ہے۔ دوسری قوت طبعی ہے جس کا محل جگر ہے۔ یہ بھی ایک لطیف القوام بخار (بھاپ یا اسٹیم) ہے (اس قوت پر احساس وشعور اور علم وادراک کا دارومدار ہے اور تینوں قوتوں (اسٹیموں) کے مجموعہ کا نام روح انسانی ہے) یہی تمام اطباء کا قول (اوران کی تحقیق) ہے۔

(چوتھا نظریہ)

روح ایک محسوس شکل (ہیکل محسوس) ہے۔ بعض محققین یورپ کی رائے بھی یہی ہے۔

(پانچواں نظریہ)

مساوی الکیفیات والکمیت ''اخلاط اربعہ'' کا نام روح ہے۔ یعنی خون، بلغم، صفرا، اور سودا۔ جب ان چاروں کی مقدار اعتدال وتناسب کے اعتبار سے مساوی اور معتدل ہو تو اسی کا نام روح انسانی ہو جاتا ہے (یہ بھی اطبار اور ڈاکٹروں کا نظریہ ہے) تیسرے اور پانچویں قول میں فرق یہ

ہے کہ قول سوم کے قائلین قوی ثلاثہ (سدگانہ قوتوں) کے مجموعہ کو روح انسانی کہتے ہیں اور قول پنجم کے قائلین اخلاط اربعہ (خون، بلغم، صفرا، سودا) کے معتدل مرکب کو ہی روح انسانی کہتے ہیں)

(چھٹا نظریہ)

انسان کے نوعی اعتدال مزاج کا نام روح ہے (اس قول کے قائل ہی اطباء ہیں مگر یہ لوگ قوی ثلاثہ کے مجموعہ یا اخلاط اربعہ کے معتدل مرکب کو روح کہنے کے بجائے ان کی اعتدالی کیفیت کو روح کہتے ہیں۔

(ساتواں نظریہ)

صالح اور معتدل خون کا نام ہی روح ہے! اس لئے کہ اسی خون صالح کی کمی یا بیشی سے زندگی ضعیف یا قوی ہوتی ہے۔ (لہٰذا یہی روح ہے) یہ ہی طبیبوں کا قول ہے۔

(آٹھواں نظریہ)

ہوا (سانس) کا نام روح ہے اور بدن انسانی اس ہوا سے بھری ہوئی ایک مشک ہے۔ اس لئے کہ اس ہوا کے ایک لحظہ بند ہو جانے (اور دم گھٹ جانے یا سانس رک جانے سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے)۔ (لہٰذا اسی ہوا کا نام جو اندر جاتی اور آتی ہے یہ بظاہر عوام الناس کا نظریہ ہے)

(نواں نظریہ)

(روح بالکل انسانی شکل وصورت کا ایک لطیف (غیر محسوس) جسم ہے۔ اس کا چہرہ بھی ہے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء بھی ہیں۔ غرض بدن انسانی کے ہر عضو کے مقابلہ پر روح کا بھی ویسا ہی عضو ہے اور وہی کام کرتا ہے جو عضو بدن انجام دیتا ہے) یہ قول عبد الملک بن حبیب اور امام مالک کی طرف منسوب ہے۔ یورپ کی تحقیقات جدیدہ (مسمریزم وغیرہ) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ نیز کشف یا خواب میں جو مردوں کی ارواح سے ملاقات ہوتی ہے (احادیث رسول اللہ، آثار صحابہ اور احوال اولیاء اللہ میں اس قسم کے واقعات بکثرت سنتے ہیں)

۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ روحوں کے اجسام لطیف ہونے کے باوجود شکل وصورت اور اعضاء وجوارح میں بالکل انسان سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ (اور عالم ارواح میں روح کے انسانی اعمال وافعال اور نقل وحرکت کا سلسلہ بھی کسی نہ کسی حد تک ضرور باقی رہتا ہے) مگر صاحب

مواقف قاضی عصد الدینؒ لکھتے ہیں کہ ان تمام اقوال کی صحت اور ثبوت کی کوئی بھی دلیل نہیں نہ عقلی اور نہ نقلی۔

(دسواں نظریہ)

روح ایک لطیف اور نورانی جسم ہے اور بدن انسانی میں اس طرح سمایا ہوا ہے جیسے گلاب کے پھول میں "عرق گلاب" یا دہکتے ہوئے کوئلوں میں آگ یا منفرد بادام میں روغن بادام، یا جسم لطیف نورانی، نہ تبدیل ہوتا ہے، نہ تحلیل، تبدیل و تحلیل انسان کا بدن ہوتا ہے جو روح سے الگ ایک چیز ہے وہ جسم لطیف نورانی یعنی روح تو پیدا ہونے کے وقت سے مرتے دم تک علی حالہ قائم رہتا ہے اسی کو ہر شخص "میں" سے تعبیر کرتا ہے اور جانتا ہے کہ میں ہی پیدا ہوا تھا اور میں ہی زندہ ہوں اور میں ہی مروں گا حتیٰ کہ اگر بدن کا کوئی حصہ کاٹ دیا جائے تو روح کا وہ حصہ جو اس میں تھا باقی تمام اعضاء میں سمٹ آتا ہے، مسامات بدن کا بند ہو جانا اسے تنگ سے تنگ جگہ میں داخل ہونے اور سرایت کرنے سے نہیں روک سکتا۔

اسی طرح بعد مسافت اسے ادراک حقائق سے باز نہیں رکھ سکتا۔ تمام ممکنات میں سب سے اعلیٰ واشرف ہے اس کو صرف جسم بھی کہہ سکتے ہیں مگر وہ اجسام کثیفہ کی طرح کثیف نہیں بلکہ غایت درجہ لطیف ہے ہوا کی طرح لطیف نہیں بلکہ اس سے بدر جہاز ائد لطیف اور قوی ہے۔ باوجود اس قدر لطیف، غیر محسوس اور نازک ہونے کے اپنے اعمال وافعال میں غایت درجہ قوی اور زور اثر ہے۔ بخلاف اجسام ظاہر یہ کے کہ وہ جتنے لطیف اور نازک ہوتے ہیں۔ اتنے ہی ضعیف و کمزور اور جتنے کثیف اور بھاری ہوتے ہیں اتنے ہی قوی اور طاقتور ہوتے ہیں۔

ہم ہمیشہ امر جزی سے امر کلی پر حکم لگاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس حکم کے واسطے محکوم اور محکوم علیہ کا ذہن میں موجود ہونا ضروری ہے اور یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ تمام جزئیات کا ادراک کرنے والا صرف جسم ہے اور جسمانی قوتیں چنانچہ تمام حیوانات میں قوت واہمہ یہ کام انجام دیتی ہے اور قوت واہمہ ایک جسمانی قوت ہے (لہٰذا ہر حکم عقلی لگانے کے وقت چونکہ جزئیات کا ذہن میں ہونا ضروری ہے اس لئے قوت حاکمہ یعنی عقل انسانی اور ذہن انسانی سب از قبیل جسم و جسمانیات ہونا ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ روح کو بھی ایک جسم تسلیم کیا جائے۔)

☆......☆......☆

کیا روح کا جسم ہوتا ہے؟

امام رازی علیہ الرحمۃ حقیقت انسان سے متعلق جملہ عقلی احتمالات پر مفصل بحث وتنقید کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ نفس کا وجود تسلیم کرنے والے علماء کے حقیقت انسان کے بارے میں دو گروہ ہیں۔

(۱) محققین کا گروہ ہے جن کا نظریہ ہے کہ انسان اس جوہر مخصوص یعنی نفس کو بھی کہا جاتا ہے اور اس ہیکل محسوس (بدن) کو بھی انسان کہا جاتا ہے۔

(۲) دوسرے گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ جب نفس بدن سے وابستہ اور اس طرح متحد ہوجاتا ہے کہ نفس عین بدن اور بدن عین نفس بن جاتا ہے تو اس متحد "مجموعہ" کا نام انسان ہے۔ جب موت آتی ہے تو یہ اتحاد فنا ہوجاتا ہے اور اسی کے ساتھ انسان بھی، اور نفس باقی رہتا ہے بدن تباہ و برباد ہوجاتا ہے۔

فاضل مقالہ نگار فرماتے ہیں، ان دونوں گروہوں کے نظریوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے فریق کے نزدیک لفظ انسان مشترک ہے۔ جوہر نفس کو بھی انسان کہا جاتا ہے اور نہ صرف بدن کو بلکہ دونوں کا "مجموعہ" انسان ہے۔ فرماتے ہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ جس شخص کا نظریہ یہ ہو کہ صرف ہیکل محسوس (بدن مخصوص) کا نام ہی انسان ہے وہ متکلمین میں سے نہیں ہوسکتا۔

چہ جائیکہ محققین میں سے ہو اس نظریہ کا باطل اور غلط ہونا اس قدر بدیہی اور واضح ہے کہ اس کی تردید کی بھی ضرورت نہیں لہٰذا متکلمین کا صحیح مذہب وہی ہے جو ہم اس نے پہلے بتا چکے ہیں کہ نفس کے بدن کے ساتھ متصل ہوجانے کے بعد اس کا نام انسان ہوتا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور متکلمین نے دسواں قول (نظریہ) اختیار کیا ہے کہ روح (نفس) ایک لطیف نورانی جسم ہے جو تمام بدن میں جاری اور ساری ہے۔ بعض متکلمین اسی کے ساتھ اس کے لئے اسی بدن کی مانند شکل وصورت اور اعضاء و جوارح بھی تجویز کرتے ہیں لیکن مماثلت ومشابہت صرف شکل وہیئت میں مانتے ہیں کثافت اور ظلمت میں نہیں۔ چنانچہ صدر الدین شرازی اسفار اربعہ میں تصریح کرتے ہیں کہ روح کے اعضاء و جوارح کے مشابہ اور

مماثل ہوتے ہیں۔

حکماء مشائین میں سے اول معلم ارسطو کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے، حسی اور ظاہری انسان روحانی اور عقلی انسان کا لباس اور غلاف ہے جس طرح خود عقلی انسان روحانی ہے ایسے ہی اس کے تمام اعضاء جوارح بھی روحانی اور انتہائی لطیف درلطیف ہوتے ہیں۔ فاضل مقالہ نگار فرماتے ہیں کہ ان محققین کے بیانات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ روح (نفس) ایک لطیف و شفاف نورانی جسم ہے اور بدن انسانی میں جاری وساری ہے۔ یہی جمہور متکلمین کا مذہب ہے قرآن کریم میں روح کے متعلق توفی، قبض، امساک وغیرہ کے استعمال سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

احادیث صحیحہ سے بھی ''عالم برزخ'' میں روح انسانی کی نقل وحرکت اور کھانا پینا، خوش ہونا، بولنا، باتیں کرنا وغیرہ جسمانی اعمال وافعال کی نسبت روح کی جانب ثابت ہے اور آیت کریمہ حتی اذا بلغت التراقی (یہاں تک کہ روح ہنسلیوں تک پہنچ جاتی ہے) یہ قطعی طور پر واضح ہے کہ روح (نفس) بدن میں سرائیت کئے ہوئے ہیں اور مرنے کے وقت سختی یا نرمی کے ساتھ کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔ جس کو نزع کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

خود امام رازی کی تفسیر کبیر میں اکثر وبیشتر مقامات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ روح بدن میں حلول کئے ہوئے ہے لیکن بعض مقامات پر وہ تصریح کرتے ہیں کہ روح نہ جسم ہے نہ جسمانی بلکہ مجردات میں سے ہے اور ان مقامات پر انہوں نے روح کے مجرد ہونے میں اتنا زور دیا ہے کہ جسم و جسمانیت کے الطبال و تجرد کے اثبات پر دلائل و براہین کے پل باندھ دیئے ہیں ان دلائل پر ہماری تنقید جاری ہے تعجب تو اس پر ہے کہ امام رازی سورۃ الفجر کی آیت کی تفسیر میں تصریح کرتے ہیں کہ۔

روح ایک لطیف وشفاف جسم ہے جسے اجسام کثیہ عنصریہ سے کوئی مشابہت نہیں۔ وہ سرتاپا ایک آسمانی اور نورانی جسم ہے جس کی ماہیت ان زمینی اجسام سفلیہ سے بالکل مختلف ہے۔ اسی طرح سورۃ کہف کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ یادرکھو! عالم سفلی میں موجود اجسام یا عناصر اربعہ (آگ، ہوا، پانی، اور مٹی) ہیں یا وہ اجسام ہیں جو ان عناصر اربعہ کی ترکیب وامتزاج سے بنتے اور پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ بدن کے جن اجزاء پر اجزاء ارضیہ، زمینی اجزاء غالب ہوتے ہیں وہ سخت اور کثیف ہوتے ہیں، جیسے ہڈی، پٹھے اور گوشت پوست وغیرہ مگر ان اجزاء بدن پر اجزاء مائیہ (پانی کے اجزاء) غالب ہوتے ہیں۔ ان سے اخلاط اربعہ (وخون، بلغم، صفراء اور سودا) بنتے

ہیں اور پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ بدن کے جن اجزاء پر اجزاء ارضیہ، زمینی اجزء غالب ہوتے ہیں۔ وہ سخت اور کثیف ہوتے ہیں۔ جیسے ہڈی، چپنی ہڈی، پٹھے اور گوشت پوست وغیرہ مگر ان اجزاء کو تو کوئی بھی عقل مند "انسان" نہیں کہتا کیونکہ یہ سب کثیف بھاری اور سخت ہیں اور جن اجزاء بدن پر اجزاء مائیہ (پانی کے اجزاء) غالب ہوتے ہیں۔ ان سے ارواح پیدا ہوتی ہیں۔ یہ ارواح دو قسم کی ہیں۔

(۱) ایک تو وہ ہوائی اجسام (بخارات) جو حرارت عزیزیہ سے ملے جلے ہوتے ہیں۔ اور ان کا محل قلب یا دماغ ہے چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ انسان اس روح کا نام ہے جس کا منبع و محل دل ہے۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ انسان وہ ناقابل تقسیم و تجزیہ روح ہے جس کا محل دماغ ہے۔

(۲) دوسرے وہ ناری (آتشیں) اجزاء جو ان قلبی اور دماغی ارواح (بخارات) سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہی کو حرارت عزیزیہ کہتے ہیں۔ انہی اجزاء ناریہ کا نام "انسان" ہے اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ ارواح انسانی درحقیقت آفتاب کی طرح روشن اجسام نورانیہ اور جواہر لطیفہ ہیں۔ جو نہ تغیر و تبدل کو قبول کر سکتے ہیں۔ اور نہ ٹوٹنے پھوٹنے میں ایک حالت پر قائم رہتے ہیں۔ جو بدن ان ارواح کا محل بننے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی قبول کرنے کی اس قدر صلاحیت درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اللہ تعالیٰ شانہ، ان نوری اجسام (ارواح) کو بدن کے اندرونی اعضاء قلب و دماغ میں داخل و نافذ اور جاری و ساری فرما دیتے ہیں۔ ایسے ہی جیسے کوئلوں میں آگ اور گلاب کے پھول میں عرق گلاب اور بادام میں روغن بادام۔

چنانچہ قرآن کریم کی آیت میں بدن کی تکمیل استعداد یعنی روح کو قبول کرنے کے لائق بنا دینے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر یہ بدن جب تک تندرست اور صحیح سالم اور ان اجسام نورانیہ کے جاری و ساری رہنے کے قابل رہتا ہے۔ اس وقت تک زندہ رہتا ہے اور جب داخلی اعضاء بدن میں اخلاط غلیظہ (غلیظ مادے) پیدا ہو جاتے ہیں۔ (خواہ کسی مرض ناگہانی آفت کی وجہ سے خواہ عمر طبعی کو پہنچ جانے کی وجہ سے) اور وہ مادے ان اجسام نوریہ کی جاری و ساری رہنے کی راہ میں رکاوٹ اور مانع بن جاتے ہیں۔ تو وہ نورانی اجسام (ارواح) بدنوں سے (دفعتاً یا آہستہ آہستہ) جدا ہو جاتے ہیں اور موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہی ارواح و نفوس درحقیقت انسان ہیں۔

اس تفصیل کے بعد امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انسان اور اس کی روح کے متعلق یہ مذہب، نظریہ، نہایت قوی، اعلیٰ و ارفع اور لائق اعتماد و قبول ہے۔ اس لئے کہ آسمانی کتابوں

میں موت وحیات کی جوتفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ان سے بڑی حدتک مطابق و موافق ہے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کے اس بیان سے قطعی طور پر واضح ہے کہ ان کے نزدیک نفوس و ارواح انسانیہ کو اجسام لطیفہ نوریہ اور بدنوں میں داخل اور جاری وساری ماننا غایت درجہ قوی اور کتب سماویہ کی نصوص (تصریحات) کے عین مطابق ہے حالانکہ وہ خود اسی بحث کے ضمن میں روح و نفس انسانی کو جواہر مجردہ اور بدن سے بالکل الگ مانتے ہیں۔اور روح کے جسم میں داخل اور جاری وساری ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کرتے ہیں اور روح کے مادہ سے خالی اور بدن سے الگ ہونے کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرتے ہیں۔یہ تضاد وتعارض انشاءاللہ حکماء کے مذہب کے ذیل میں اصلاحات سے واقفیت کے بعد دور ہو جائے گا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

واضح ہو کہ روح کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینے سے بعض حضرات اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جس طرح آفتاب سے شعاعیں نکل کر مقابل اجسام پر پڑتی ہیں۔اور وہ روشن ہو جاتے ہیں۔اسی طرح روح انسانی کی روحانی شعاعیں انسانی بدنوں پر پڑتی ہیں تو وہ زندہ ہو جاتے ہیں (گویا خود روح انسانی بدن سے جدا اور وراء الوراء ہے۔صرف اس کی شعاعیں بدن پر پڑتی ہیں تو وہ زندہ اور متحرک ہو جاتا ہے) حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔

اصل صورت حال یہ ہے کہ جس طرح صاف و شفاف قلعی دار شیشے یا صیقل کئے ہوئے فولادی آئینہ کے سامنے جو جسم بھی آتا ہے اس کی صورت (عکس) کے آئینہ یا شیشہ کے اندر نظر آنے میں مؤثر دو چیزیں ہیں ایک داخلی یعنی آئینہ کا زنگ آلود ہونا اور شیشہ کا گردوغبار سے پاک و صاف ہونا دوسرے خارجی یعنی آفتاب و ماہتاب کی یا کسی بھی تیز روشن چراغ یا بجلی کے بلب کی روشنی کا اس پر پڑنا۔اگر شیشہ گرد آلود یا اندھیرا گھپ ہو تو وہ صورت (عکس) آئینہ یا شیشہ کے اندر نظر نہ آئے گی۔گویا ایک طرف داخلی طور پر شیشہ یا آئینہ کا اس قابل ہونا ضروری ہے کہ اس کے اندر صورت آ سکے۔

دوسری طرف خارجی طور پر کسی تیز روشن چیز مثلاً آفتاب یا بجلی کے بلب وغیرہ کی روشنی کا موجود ہونا ضروری ہے۔تب تصویر اس کے اندر آ سکے گی بہر حال صورت شیشہ یا آئینہ کے اندر آتی ہے اور اس کے یہ دو سبب ہوتے ہیں۔بالکل اسی طرح انسانی بدنوں کے اندر ان لطیف نورانی اجسام یعنی ارواح کے داخل اور جاری وساری ہونے کے لئے ایک طرف ابدان میں ارواح کو

قبول کرنے کی مکمل استعداد و صلاحیت کا موجود ہونا ضروری ہے۔ دوسری طرف منبع انوار ازلی یعنی اللہ جل شانہ کی جانب سے ان اجسام نوریہ (ارواح) کا فیضان ان بدنوں پر ہونا ضروری ہے۔ تب روحیں بدن میں داخل اور جاری و ساری ہوتی ہیں۔ اور انسان زندہ و متحرک ہوتا ہے۔ سادہ لفظوں میں یوں کہیئے کہ آفتاب جن اجسام کو روشن کرتا ہے خود ان کے اندر داخل اور جاری ساری نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اس کی شعاعیں پڑتی ہیں۔ اس کے برعکس ارواح ایسے اجسام لطیف و نوریہ ہیں کہ فیضان الٰہی کے اثر سے خود انسانی بدنوں میں داخل اور جاری و ساری ہوتے ہیں۔ اور انہیں زندگی بخشتے ہیں اسی فیضان الٰہی کو ایک آیت کریمہ سے تعبیر کیا ہے۔

چنانچہ جب رحم کے اندر نطفہ (مادہ تولید) مختلف مدارج سے گزر کر اس قابل ہوتا ہے کہ اس جسم لطیف و نورانی یعنی روح کو قبول کر سکے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس پر روح کا فیضان فرما دیتے ہیں۔ اور وہ زندہ متحرک ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیئے نفخ (پھونک مارنا) کی ایک عملی صورت ہے اور ایک اس کا اثر و نتیجہ ہے جو اس پر مرتب ہوتا ہے۔ عملی صورت تو یہ ہے کہ پھونک مارنے والا اپنے منہ سے پھونک مارتا ہے (اپنے اندروں سے) ہوا کو اس جسم (لکڑی کوئلہ وغیرہ) تک پہنچاتا ہے۔ جس میں جلنے کی صلاحیت ہے تاکہ وہ آگ پکڑ لے اور بھڑک اٹھے اور اس کا اثر و نتیجہ یہ ہے کہ وہ آگ پکڑ لیتا ہے اور جلنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات سے بالکل منزہ اور پاک ہیں اس لئے نفخ کی عملی صورت کی نسبت کرنا تو ان کی طرف قطعاً محال ہے مگر اس نفخ کا جو اثر اور نتیجہ ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے اس لئے کہ حقیقی فاعل و مؤثر تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ چنانچہ فیضان الٰہی سے یہ لطیف و نورانی جسم یعنی روح جنین میں جو روح کو قبول کرنے کے لائق ہو چکا ہے فوراً داخل اور جاری و ساری ہو جاتی ہے اور وہ زندہ متحرک ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ میں نفخ کی عملی صورت مراد نہیں بلکہ اس کا اثر و نتیجہ یعنی روح کا بدن میں داخل ہونا مراد ہے۔

بالکل اسی طرح جیسے ایک آیت کریمہ میں غضب سے اس کی عملی صورت جو ایک قسم کا فوری اور شدید ہیجان ہے جو غضبناک انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ ہرگز مراد نہیں بلکہ اس غضب کا نتیجہ یعنی شخص مغضوب جس پر غصہ آیا ہے) کی تباہی و ہلاکت مراد ہے۔ اسی طرح زیر بحث آیت کریمہ میں لفظ نفخ سے نفخ کا اثر و نتیجہ یعنی روح کا بدن میں داخل ہونا اور بدن کا زندگی کی آگ (حرارت) سے بھڑک اٹھنا اور زندہ ہو جانا مراد ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ نفخ الٰہیہ ہے جس کے اثر سے روح جیسا لطیف اور سرتاپا نورانی جسم بدن جیسے کثیف و ظلمانی و تاریک جسم میں داخل

اور جاری وساری ہو جاتا ہے۔اور مردہ و بے حسب و بے شعور کو زندہ وحساس بنا دیتا ہے۔
امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظوں میں یہ نفخ ایک طرف فاعل ومؤثر کی ایک مستقل صفت ہے دوسری طرف متاثر (اثر قبول کرنے والے) کا ایک جداگانہ وصف ہے۔یعنی نفخ ایک وصف اضافی اور صفت نسبتی ہے۔اس کا تعلق مؤثر سے بھی ہے اور متاثر سے بھی۔مگر مؤثر کی یہ ایک مستقل صفت ہے اور اس کا مبدأ ذات مؤثر ہے۔
چنانچہ فاعل یعنی مؤثر کی صفت افاضہ الٰہی ہے کیونکہ فاعل حقیقی اور فیاض مطلق وہی وحدہ ، لا شــــریک لـــــہ، ہے یہ اسی کی شان ہے کہ جب بھی کسی چیز (مادہ) میں کسی صورت نوعیہ (حقیقت) کو قبول کرنے کی صلاحیت و استعداد پیدا ہو جاتی ہے وہ فیاض مطلق فوراً اس کو وہ صورت عطا فرما دیتا ہے اور وہ وجود میں آ جاتی ہے۔فاعل حقیقی کی اسی صفت کو قدرت کہتے ہیں۔ باقی متاثر ہیں۔وہ وصف متاثر کی صلاحیت اور استعداد کے مرتبہ کمال کو پہنچ جانے پر رونما ہوتا ہے جس کو فلسفہ کی اصطلاح میں اعتدال کہتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں اس کو بستویہ سے تعبیر کیا ہے ۔فاذا سوتیہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔
اب اس کی مثال بالکل فولادی آئینہ یا شیشہ کی ہوگئی جب تک آئینہ زنگ آلود یا شیشہ غبار آلود ہے وہ اپنے سامنے والے جسم کی صورت (عکس) کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔لیکن آئینہ کو جونہی صیقل کر دیا جائے یا شیشہ کو گردوغبار سے صاف کر دیا جائے فوراً مقابل جسم کی صورت (عکس) اس کے اندر آ جاتی ہے۔یہی حال اس جسم لطیف نورانی کا ہے جب تک ''جنین'' میں روح قبول کرنے کی صلاحیت درجہ کمال کو نہیں پہنچ جاتی جان نہیں پڑتی چاہے کتنے ہی دن لگ جائیں اور جہاں یہ صلاحیت درجہ کمال کو پہنچی اور اس میں جان پڑی اسی لئے بعض بچے 7 ماہ میں ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔اور بعض بچے سال سال اور دو دو سال میں پیدا ہوتے ہیں۔
اس تمام بحث و تنقیح کا حاصل یہ ہے کہ روح اور نفس ایک لطیف وشفاف نورانی جسم ہے۔ بدن کی صلاحیت واستعداد کے درجہ کمال کو پہنچتے ہی بامہ ربی ، یہ جسم لطیف نورانی اس کثیف ظلمانی جسم میں داخل اور جاری وساری ہوتا ہے۔اور درحقیقت یہی جسم لطیف روحانی انسان ہے مگر اس کو انسان اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اس جسم کثیف وظلمانی کے اندر آ جائے۔اسی وقت اس پر انسانیت کے احکام جاری اور فرائض عائد ہوتے ہیں۔

☆......☆......☆

روح کی طاقت

علماء متکلمین اور بعض محققین کے نزدیک جوہر، ہر وہ شے ہے جس کا عدم اور وجود (ہونا اور نہ ہونا) دونوں برابر ہوں۔ یعنی وہ از خود موجود ہو سکتی ہے نہ معدوم بلکہ اس کے عدم سے وجود میں آنے یا موجود سے معدوم ہونے کے لئے کسی مرجح کی ضرورت ہو۔ جو اس کے وجود کو عدم پر ترجیح دے کر عدم سے وجود میں لے آئے یا اس کے عدم کو وجود پر ترجیح دے اور موجود سے معدوم کر دے۔ اس تعریف کے اعتبار سے جوہر ممکن کے ہم معنی ہوا اور چونکہ متکلمین کے نزدیک ہر ممکن حادث (یعنی موجود بعد العدم) ہے۔

لہٰذا وہ جوہر کی تعریف یوں کرتے ہیں، ہر وہ حادث موجود بعد العدم جو اپنی ذات کے اعتبار سے متحیز ہو یعنی اس کی کوئی ایسی خاص جگہ ہو جس کے اعتبار سے ہم یہ کہہ سکیں کہ وہ ''یہاں'' ہے یا ''وہاں'' ہے۔

متکلمین کی یہ تعریف و تحقیق ان کے اس اساسی عقیدہ پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نہ جوہر ہے نہ عرض بلکہ ان سب سے ماوراء ہے نہ ہی اللہ تعالیٰ کے لئے جوہر کا لفظ استعمال کرنا ان کے نزدیک جائز ہے۔ نیز، ہر ممکن ''حادث'' اور ''قدیم'' صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات ہیں۔ مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی شرح مواقف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

جو ممکن الوجود نہ خود متحیز ہو اور نہ کسی وجود متحیز میں حلول کئے ہوئے ہو اس کو باتفاق حکماء متکلمین جوہر مجرد کہتے ہیں۔ اس کا حادث ہونا یا قدیم، موجود ہونا یا معدوم یا ہر دو کا متحمل ہونا یہ تمام احتمالات اس کی ذات سے خارج اور محتاج بحث و استدلال ہیں۔ جو حکماء و متکلمین ''جواہر مجردہ'' کا وجود تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک ان جواہر مجردہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ جواہر مجردہ جو اجسام مادیہ کے ساتھ تدبیر و تصرف کا تعلق رکھتے ہیں اور ان کی تربیت

کرتے ہیں۔ ان جواہر مجردہ اور ان اجسام مادیہ کے درمیان تاثیر و تاثر (اثر اندازی اور اثر پذیری) کا ربط و تعلق ہوتا ہے۔

(۲) دوسرے وہ جواہر مجردہ جو اس تعلق تدبیر و تصرف سے آزاد ہیں قسم اول کے جواہر مجردہ کی پھر دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک وہ جوہر مجرد جس کا تعلق تدبیر و تصرف کسی خاص جسم مادی کے ساتھ مخصوص و محدود ہے اور وہ اسی جسم مادی کا مدبر و مربی ہے ایسے جواہر مجردہ کا نام ان حکماء اور اہل شرع کی اطلاع میں ''نفوس وارواح ہے۔''

(۲) دوسرے وہ جوہر مجردہ جن کا تعلق تدبیر و تصرف کسی خاص جسم مادی کے ساتھ مخصوص ومحدود نہیں بلکہ وہ اپنی قوت تاثیر سے تمام اجسام مادیہ یا ان کی خاص خاص انواع کی تدبیر و تربیت کرتے ہیں۔

ان کا نام حکماء کی اصطلاع میں منقول ہے اور اصطلاح شریعت میں ان کا نام ملائکہ ہے۔ ان میں سے جس کے سپرد عالم سفلی یعنی زمین اور اس کی تمام موجودات کی تربیت و نگرانی ہے ان کو شریعت کی اصطلاح میں ملائکہ الارض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں بہت سے ملائکہ کا ذکر آتا ہے اور قرآن وحدیث میں ان کی خدمات کی تفصیل بھی بڑی حد تک مذکور ہے۔

ان سے ہی ملائکۃ الارض عالم سفلی میں متصرف جواہر مجردہ مراد ہیں اور جو تمام کائنات علوی و سفلی کے نظام اور تدبیر کے متکفل و مدبر ہیں ان کو شرع میں ملاء اعلیٰ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور جو فرشتے حول العرش (عرش عظم کے اردگرد) یا اس کے محاذات میں ہر آسمان پر ہر وقت حمد و تسبیح ذوالجلال میں مصروف اور انوار و تجلیات الٰہیہ کے دریا میں متغرق رہتے ہیں۔

ان کو ملائکۃ السماء حمدۃ العرش اور کروبین وغیرہ ناموں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ سب جواہر مجردہ ہیں۔ ان کی علیحدہ علیحدہ حدود کار اور فرائض ہیں اور اسی کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ نام، اصولاً ان جواہر مجردہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک نفوس وارواح۔

(۲) دوسرے ملائکۃ یا فلسفہ کی اصطلاح میں ''عقول'' الغرض اکثر و بیشتر حکماء متقدمین و متاخرین اور محققین متکلمین جواہر مجردہ کا جود تسلیم کرتے ہیں۔

اکثر قدماء فلاسفہ اور محققین حکماء اسلام کی تحقیق یہ ہے کہ روح جو ہر مجرد ہے۔ حکماء جدید (فلاسفہ یورپ) کی تحقیقات و آراء سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ ہم اس سے قبل مسئلہ ''فرق عادات'' کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ عہد حاضر کے فلاسفہ کی آراء منتظریات بیان کر چکے ہیں۔

ان کی مراجعت کیجئے جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لئے ان آراء کا مطالعہ کافی اطمینان کا موجب ہے۔ تحقیق روح کے خاتمہ بحث میں بھی ہم انشاء اللہ اس طرز جدید اور موجودہ انداز فکر پر روشنی ڈالیں گے اور ثابت کریں گے کہ قدیم و جدید فلاسفہ اور محققین حکماء اسلام کا فیصلہ حقیقت پر مبنی ہے محض مفروضات وقیاسات ظنیہ پر مبنی نہیں ہے۔ یعنی فی الواقع روح جسم سے علیحدہ اپنا ایک مستقل وجود رکھتی ہے۔ روح حواس کے واسطہ کے بغیر بھی کام کر سکتی ہے۔

روح کے لئے تینوں زمانے ماضی حال، مستقبل کے متعلق اس کا علم حال کی مانند ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ ارواح متعلقہ اجسام وابدان سے پہلے موجود ہوتی ہیں موت سے فنا نہیں ہوتیں۔ بلکہ موت کے بعد ان کو یک گونہ آزادی حاصل ہو جاتی ہے اور اس حالت میں وہ زیادہ کام کرنے کے قابل ہو جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

بالفعل ہم اس سلسلہ میں بطرز قدیم کچھ بحث کرنا چاہتے ہیں علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب علم الکلام حصہ اول میں فرماتے ہیں۔ علامہ احمد بن مسکویہ المتوفی ۴۲۱ھ نے روح یا نفس ناطقہ کی بحث کو اس تمہید کے ساتھ شروع کیا۔

روح کی حقیقت، روح کا وجود، جسم کے فاسد (تباہ) ہو جانے کے بعد اس کا بقایا مسائل نہایت دقیق اور مشکل ہیں لیکن چونکہ معاد (حیات بعد الموت) کا اثبات انہی مسائل پر متصوف ہے اس لئے ضروری ہے کہ اول ان مسائل کو طے کر لیا جائے۔

علامہ شبلی فرماتے ہیں، ارسطو وغیرہ حکماء یونان نے روح کے متعلق جو کچھ لکھا تھا وہ تو نہایت ہی پراگندہ اور مبہم تھا۔ علامہ موصوف (ابن مسکویہ) نے اس کو بہت کچھ سلجھا کر لکھا ہے تاہم ابھی کچھ بے ترتیبی رہ گئی ہے۔ لیکن ہم اسے صاف واضح، اور ترتیب سے بیان کرتے ہیں۔

جسم کا یہ خاصا ہے کہ جب وہ کسی ایک صورت کو قبول کر لیتا ہے اور اس کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے تو جب تک یہ صورت زائل نہ ہو۔ وہ دوسری صورت قبول نہیں کر سکتا۔ مثلاً اگر چاندی کے ایک پیالہ (جام) کو صراحی بنانا چاہیں تو جب تک پیالی کی صورت زائل ہو چکے گی وہ صراحی کی

صورت نہیں اختیار کر سکتا۔ یہ خاصیت تمام اجسام میں مشترک ہے اور اس لحاظ سے جس چیز میں یہ خاصیت نہ ہو اہم نہیں ہے۔

انسان جس وقت کسی شے کا ادراک (علم حاصل) کرتا ہے۔ اور اس کی صورت اس کے نفس پر قائم ہوتی ہے۔ اسی وقت وہ دوسری شے کا بھی ادراک کر لیتا ہے (اور اس کی صورت بھی نفس کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے) بلکہ جس قدر ادراک بڑھتے جاتے ہیں یہ قوت (ادراک) اور بڑھتی جاتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ''انسان'، کا ''نفس'' اور اس کی قوت مدد کہ (جسم یا) جسمانی نہیں ہے۔ یہی چیز (جوہر) جس میں مختلف چیزوں کی صورتیں ایک ساتھ قائم ہوتی ہیں اور جن کے ذریعے انسان ایک ہی وقت میں مختلف اشیاء کا ادراک (علم حاصل) کر لیتا۔ اسی کا نام روح اور نفس ناطقہ ہے، مختصر یہ کہ جو چیز (جوہر) محل (علم و) ادرائک ہے وہی نفس یا روح ہے۔

اس سے تو کسی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا کہ انسان میں ایک حاسہ (قوت ہے) جس سے وہ (تمام) اشیاء کا ادراک کرتا (جانتا) ہے۔ لیکن جو لوگ نفس کے (جوہر مجرد ہونے) کے منکر ہیں کہ یہ ''حاسہ'' (قوت) ''جسمانی'' ہے یا یہ کہ جسم کا ہی ''ایک خاصہ'' ہے۔

اس لئے مابہ النساع (محل بحث) جو کچھ ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہ حاسہ (قوت) جسمانی ہے یا (جسم و) جسمانیت سے بالکل بری اور جوہر مجرد ہے۔ علامہ موصوف (ابن مسکویہ) نے اس وقت کے غیر جسمانی ہونے پر بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں۔

حواس جسمانی کا یہ خاصا ہے کہ وہ جب کسی قوی محسوس (چیز) کا ادراک کرتے ہیں تو ان کی قوت مضمحل ہو جاتی ہے اور ان میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً آفتاب پر نظر پڑتی ہے تو قوت باصرہ (بینائی کی قوت) کو سخت صدمہ پہنچتا ہے اور وہ اپنے فعل سے عاجز آ جاتی ہے (آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ جاتا ہے) اس کے برعکس عقل معقولات کے ادراک سے اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے اس لئے یہ قوت یا حاسہ جسمانی نہیں ہو سکتا۔

☆......☆......☆

روح اور قرآن حکیم

روح کے متعلق قرآن کریم میں کئی مقامات پر اشارات کئے گئے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اپنے رسالہ الروح فی القرآن میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) انسان میں اس مادی جسم کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جسے روح کہتے ہیں۔ وہ عالم امر کی چیز ہے اور خدا کے حکم سے فائض ہوتی ہے۔

''آپ کہہ دیجئے روح میرے رب کا ایک امر ہے۔ اس (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر اس سے کہا، ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے پھر ہم نے اس کو ایک اور تخلیق دی، بس برتر ہے اللہ سب سے بہتر پیدا کرنے والوں میں ہمارا کہنا کسی چیز کے لئے جب ہم اس کا ارادہ کریں یہی ہوتا کہ ہم اس سے کہتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔''

محققین کہتے ہیں کہ قل الروح من امر ربی میں امر کی اضافت رب کی طرف اور رب کی یاد متکلم کی طرف ہے، جس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ اسی طرح مشیر ہے۔ کیونکہ امام راغب کی تصریح کے موافق رب اس ہستی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو بتدریج حد کمال تک پہنچائے جہاں تک پہنچنے کی اس میں استعداد پائی جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو کہ نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ و اکمل استعداد کے موافق اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسی و معنوی ہر حیثیت سے کس قدر بلند مقام پر پہنچایا۔ آپ کو علوم و معارف سے بھری ہوئی وہ کتاب مرحمت فرمائی جس کی نسبت ارشاد ہے۔

''آپ فرما دیجئے! اگر انسان اور جن (سب) اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس کی قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ ہرگز نہ لا سکیں (الآیہ)''

زندہ طور پر آپ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اوپر تشریف لے گئے۔ جہاں تک کسی نبی یا فرشتہ کو عروج میسر نہ ہوا تھا۔

(۲) مگر روح کے یہ کمالات ذاتی نہیں۔ وہاب حقیقی کے عطا کئے ہوئے اور محدود ہیں۔

چنانچہ اس آیت کریمہ سے کہ: ''اور نہیں دیا گیا تم کو علم میں سے مگر تھوڑا (حصہ)''
''معلوم ہوا کہ علم کسی اور کا دیا ہوا ہے اور جو علم تم کو دیا گیا وہ سب دینے والے کے علم کے سامنے نہایت اور محدود ہے۔''

''آپ کہہ دیجئے کہ سمندر روشنائی بن جائیں میرے رب کے کلمات (لکھنے) کے لئے تو سمندر ختم ہو جائیں گے اس سے پہلے کہ میرے رب کے کلمات تمام ہوں۔ اگر چہ ہم اسی جیسا سمندر مدد کو اور لے آئیں۔''

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا۔ ''اور اگر وہ سب جو زمین میں درخت ہیں قلم اور ایک سمندر کے بعد سات سمندر اور مل جائیں (روشنائی کے طور پر) تو اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔''

اسی طرح مشرکین کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہ ''ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے تجھ پر یہاں تک کہ زمین پھاڑ کر آپ ہمارے لئے چشمہ نکالیں۔'' آپ کہہ دیجئے کہ ''پاک اور برتر ہے میرا پروردگار، میں نہیں ہوں مگر ایک بشر حیثیت رسول۔''

اس بات کی دلیل ہے کہ علم کی طرح بشر قدرت بھی بہر حال محدود مستعار ہے۔

(۳) روح انسانی خواہ علم وقدرت وغیرہ صفات میں کتنی ہی ترقی کر لی جائے، حتیٰ کہ اپنے تمام جنسوں سے گوئے سبقت لے جائیں پھر بھی اس کی صفات محدود ہی رہتی ہیں۔ صفات باری عزوجل کی طرح لامحدود نہیں ہو جاتیں اور یہی اس امر کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ روح خدا سے علیحدہ کوئی قدیم ہستی نہیں ہو سکتی ورنہ یہ تجدید کس طرح ہو سکتی تھی۔

(۴) کتنی ہی بڑی کامل روح ہو حق تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ جس وقت چاہے اس سے کمالات سلب کر لے، گو اس کے فضل ومرحمت سے اس کی نوبت نہ آئے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے۔

''اور اگر ہم چاہیں تو اس (وحی) کو (واپس) لے لیں جو ہم نے آپ کی طرف (وحی) کی ہے۔ پھر آپ اس کے لئے ہمارے خلاف اپنا کوئی وکیل نہ پائیں گے مگر رحمت آپ کے رب کی جانب سے بیشک اس کا فضل رہا ہے آپ پر بہت بڑا۔''

یہ چند اصول جو ہم نے بیان کئے اہل فہم کو نسق آیات میں ادنیٰ تامل کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں صرف لفظ ''عالم امر'' کی مناسب تشریح ضروری ہے اور اس لفظ کے سمجھنے سے امید ہے کہ روح کی معرفت حاصل کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

لفظ امر قرآن کریم میں بہت سی جگہ وارد ہوا ہے اور اس کے معنی میں علماء نے کافی کلام کیا ہے لیکن ہماری غرض سورۃ اعراف کی اس آیت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ ''ہاں اسی کے لئے خلق اور امر ہے اس آیت کریمہ میں ''امر'' کو ''خلق'' کے مقابل رکھا گیا ہے جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خدا کے یہاں یہ دو مدات بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں ایک امر دوسرا خلق۔

سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ اس فرق کو ہم سباق آیات سے بسہولت سمجھ سکتے ہیں پہلے فرمایا۔ ''بیشک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔''

یہ خلق کا بیان ہوا اس کے بعد ''استوا علی العرش'' کا ذکر کرتے ہوئے شان حکمرانی ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا۔

''وہ ڈھک دیتا ہے رات کو دن پر اور سورج اور چاند ستاروں کو (پیدا کیا) جو اس امر کے تابع ہیں۔''

یعنی ان مخلوقات کو ایک معین اور محکم نظام پر چلاتے رہنا۔ جس کو تدبیر و تصرف کہہ سکتے ہیں یہ امر اسی طرح سورۃ طلاق میں ارشاد ہے۔

''اللہ وہ ہے جس نے پیدا کئے سات آسمان اور زمینیں بھی انہیں جیسی (سات) بتدریج اترتا رہتا ہے امر ان زمینوں میں۔''

گویا دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی سمجھئے جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں، کوئی کپڑا بن رہی ہے کوئی کتابیں چھاپتی ہے۔ کوئی شہر میں روشنی پہنچارہی ہے، کسی کے پنکھے چل رہے ہیں، کوئی آٹا پیس رہی ہے۔ ہر ایک مشین میں بہت سے کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض و غایت کا لحاظ کر کے ایک معین انداز سے ڈالے جاتے اور لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جاتا ہے۔

جب تمام مشین فٹ ہو کر کھڑی ہو جاتی ہیں، تب الیکٹرک (بجلی) کے خزانہ سے ہر مشین کی طرف جدا جدا راستہ سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ آن واحد میں ساکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں بجلی ہر مشین اور ہر پرزے کو اس کی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے حتیٰ کہ جو قلیل و کثیر کہربا روشنی کی لیمپوں اور قمقموں میں پہنچتی ہے وہاں پہنچ کر ان ہی قمقموں کی ہیئت اور رنگت اختیار کر لیتی ہے۔

اس مثال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا۔ اس کے کل پرزوں کا ٹھیک انداز میں رکھنا۔ پھر فٹ کرنا، ایک سلسلہ کے کام ہیں۔ جن کی تکمیل کے بعد مشین کے چالو کرنے کے لئے ایک دوسری چیز بجلی یا اسٹیم اس کا خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح یہ سمجھئے کہ حق تعالےٰ نے اول آسمانوں اور زمین کی تمام مشینیں بنائیں جس میں خلق کہتے ہیں۔ ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق'' تیار کیا جس کو'' تقدیر'' کہا گیا قدرہٗ تقدیرا۔ اس کا اندازہ کیا ٹھیک ٹھیک اندازہ سب کل پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے تصویر اور ستویہ کہتے ہیں۔

''ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے تم کو صورت بخشی پھر جب میں نے درست کر دیا اور روح پھونک دی اس میں۔''

'' یہ سب افعال خلق کی مد میں تھے۔''

اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے۔ مشین کے چالو کرنے کے لئے امر الٰہی کی بجلی چھوڑ دی گئی۔ شاید اس کا تعلق اسم'' باری'' سے ہے۔ سورہ حشر میں ہے۔ '' پیدا کرنے والا۔ تراش خراش کرنے والا، صورت بخشنے والا۔'' اور حدیث شریف میں ہے۔'' اس نے دانہ کو پھاڑا اور روح کو پیدا کر دیا۔''

سورۂ حدید میں ارشاد ہے۔'' اس سے پہلے کہ ہم ان (نفوس) کو پیدا کریں۔''

اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس، قتادہ اور حسن سے (رضی اللہ عنہم) مروی۔'' ای النفوس۔'' یعنی جانیں۔

غرض ادھر سے حکم ہوا۔'' چل'' اور وہ فوراً چلنے لگی اسی'' امر الٰہی'' کو فرمایا۔ اس کا امر یہی ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرے تو اس سے کہے کہ'' ہوجا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔

دوسری جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ'' امر کن'' خلق جسد (جسم کی پیدائش) پر مرتب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔'' اس (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس سے کہا ہوجا'' وہ ہو گیا۔''

بلکہ تلاش وتتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں'' کن فیکون'' کا مضمون جتنے مواقع میں آیا ہے عموماً خلق وابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے جس سے خیال گزرتا ہے کہ کلمہ، '' کن'' کا خطاب خلق کے بعد تدبیر وتصرف وغیرہ کے لئے ہوگا۔

اس کے معنی یہاں حکم کے ہیں۔ اور وہ حکم یہی ہے جس کو لفظ'' کن'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور ''کن'' جنس کلام سے ہے جو حق تعالےٰ کی صفات قدیمہ ہے۔ جس طرح ہم اس کی تمام صفات مثلاً حیات، سمع بصر وغیرہ کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں، کلام اللہ وکلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھنا چاہئے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ روح کے ساتھ اکثر جگہ قرآن کریم میں امر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ امر عبادت ہے کلمہ ''کن'' سے یعنی وہ کلام انشائی جس سے مخلوقات کی تدبیر وتصرف اس طریقہ پر کی جائے جس پر غرض ایجاد وتکوین مرتب ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ روح کا مبدا حق تعالےٰ کی صفت قدیمہ کلام ہے۔ جو صفت علم وحیات کے ماتحت ہے۔

شاید اسی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے ''نفحت فیه من روح'' میں اس (روح) کو اپنی طرف منسوخ کیا ہے کیونکہ کلام اور امر کی نسبت (کلام کرنیوالے) ''متکلم'' اور (امر کرنے والے) ''امر'' سے صادر اور مصدور (صادر شدہ) کی ہوتی ہے۔ مخلوق اور خالق کی نہیں ہوتی اس لئے ''الا لهو الخلق و الامسر'' میں امر کو خلق کے مقابل رکھا گیا ہے۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ امر ''کن'' باری تعالےٰ شانہ سے صادر ہو کر ''جوہر مجرد'' کے لباس میں، یا ایک ''ملک اکبر'' اور ''روح اعظم'' کی صورت میں ظہور کرے۔ جس کا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جس کو ہم ''کھربائیہ روحیہ'' کا خزانہ کہہ سکتے ہیں۔

گویا یہیں سے ''روح حیات'' کی لہریں دنیائے ''ذوی الارواح'' پر تقسیم کی جاتی ہیں اور حدیث الارواح کے بے شمار تاروں کا کنکشن ہوتا ہے۔ اب جو کرنٹ چھوٹی بڑی مشینوں کی طرف چھوڑا جاتا ہے وہ ہر مشین سے اس کی بناوٹ اور استعداد کے موافق کام لیتا ہے اور اس کی شناخت کے مناسب کر دیتا ہے بلکہ جن لیمپوں اور قمقموں میں یہ بجلی پہنچتی ہے انہی کے مناسب رنگ وہیئت اختیار کر لیتی ہے۔

رہی یہ بات کہ حکم ''کن'' (ہوجا) جو کلام کی قسم سے ہے جوہر مجرد یا جسم نورانی لطیف کی شکل کی کیونکر اختیار کر سکتا ہے۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ تمام عقلاً اس پر متفق ہوتے ہیں جو دریا، پہاڑ، شیر، چیتے وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔

اب غور طلب یہ ہے کہ خیالات جو اعراض ہیں اور دماغ کے ساتھ قائم ہیں وہ جواہر واجسام کیونکر بن گئے اور کس طرح ان میں اجسام کے لوازم وخواص پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ خواب دیکھنے والے سے بیدار ہونے کے بعد بھی یہ آثار ولوازم جدا نہیں ہوتے۔

فی الحقیقت خدائے تعالیٰ نے ہر انسان کو خواب کے ذریعے بڑی ہدایت کی ہے کہ جب ایک آدمی کی قوت مصورہ میں اس نے اس قدر طاقت رکھی ہے کہ وہ اپنی بساط کے موافق غیر مجسم خیالات کو جسمی ڈھانچہ میں ڈھال کر ان میں وہی خواص وہ آثار و باذن اللہ پیدا کئے جو عالم بیداری میں اجسام سے وابسطہ تھے۔

پھر عجیب تر یہ کہ وہ خیالات خواب دیکھنے والے کے دماغ سے ایک منٹ کے لئے علیحدہ بھی نہیں ہوئے ان کا ذہنی وجود بدستور قائم ہے تو کیا اس حقیر سے نمونہ کو دیکھ کر ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے قادر مطلق و مصور برحق جل جلالہ کا امر بے کیف (کن) صفت قائمہ بذاتہ تعالیٰ ہونے کے باوجود کسی ایک یا متعدد صورتوں میں جلوہ گر ہو جائے اور ان صورتوں کو ہم ارواح یا فرشتے یا کسی اور نام سے پکاریں۔

روح حادث ہے اور اس کا مبداء (امر رب) قدیم ہے۔ اس مبداء سے ارواح و ملائکہ وغیرہ سب حادث ہوں اور امر الٰہی بحالہ قائم رہے۔ امکان و حدیث کے احکام و آثار ارواح تک محدود ہیں۔ اور امر الٰہی ان سے پاک و برتر ہو جیسے صورت میں نظر آتی ہے اور اس صورت ناریہ (آتش) میں احراق سوزش گرمی وغیرہ سب آثار ہم محسوس کرتے ہیں۔ اسی آگ کا تصور سالہا سال بھی دماغوں میں رہے تو ہمیں ایک لمحہ کے لئے یہ آثار (جلن گرمی وغیرہ) محسوس نہیں ہوتے۔

بلاشبہ روح انسانی خواہ جو ہر مجرد ہو یا جسم لطیف نورانی ''امر ربی'' کا مظہر ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ مظہر کے تمام احکام و آثار ظاہر پر جاری ہوں اور یہ ایک ظاہر بات ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ روح جو ہر مجرد ہے جیسا کہ اکثر حکمائے قدیم اور صوفیاء کا مذہب ہے یا جسم نورانی لطیف جیسی جمہور اہل حدیث کی رائے ہے۔ اس بحث میں میرے نزدیک قول فعل وہی ہے جو بقیۃ السلف وعمدۃ الخلف امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ بالفاظ عارف جامی رحمتہ اللہ علیہ یہاں تیج چیزیں ہیں۔

(۱) وہ جواہر جن میں مادہ اور کمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے مادی ابدان

(۲) وہ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کمیت ہے جنہیں صوفیا اجسام مثالیہ کہتے ہیں۔

☆......☆..... ☆

روح کی جسم سے جدائی

پس جمہور اہل شرح جس کو روح کہتے ہیں وہ صوفیاء کے نزدیک بدن مثالی سے موسوم ہے۔ جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح آنکھ، ناک، ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے۔ روح بدن مادی سے جدا ہو جاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیف علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھتی ہے جس سے بدن پر حالت موت طاری نہیں ہو پاتی۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے مطابق جو امام بغوی نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ۔

''اللہ تعالیٰ پوری طرح لے لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور وہ جو نہیں مری ہیں اپنی نیند میں۔''

اس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اس کی شعاع جس میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے یا جیسا کہ حال ہی میں فرانس کے محکمہ پرواز نے ہوابازوں کے بغیر طیارے چلا کر تجربے کئے ہیں اور ان سے تعجب خیز نتائج رونما ہوئے۔

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حال میں ایک خاص بم پھینکنے والا طیارہ بھیجا گیا جس میں کوئی شخص سوار نہ تھا لیکن لاسلکی کے ذریعے سے وہ منزل مقصود پر پہنچایا گیا اس طیارے سے مقررہ جگہ پر بم گرائے گئے اور پھر وہ مرکز میں واپس لایا گیا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ لاسلکی ذریعے سے ہوائی جہاز نے خود بخود کام کیا وہ ایسا ہی مکمل ہے جیسا کسی ہواباز کی مدد سے عمل میں آتا۔

آج کل یورپ میں جو سوسائٹیاں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں انہوں نے بعض ایسے مشاہدات بیان کئے ہیں جن میں روح جسم سے علیحدہ تھی اور روح کی ٹانگ پر حملہ کرنے کا اثر جسم مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہوا۔

بہرحال اہل شرع جو روح ثابت کرتے ہیں۔ صوفیا کو اس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اوپر

ایک اور روح مجرد مانتے ہیں جس میں کوئی استحالہ (محال بات) نہیں۔ بلکہ اس روح مجرد کی بھی اگر کوئی اور روح ہو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کر ''امر ربی'' کی وحدت پر منتہی ہو جائے تو انکار کی ضرورت نہیں۔ شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے ''منطق الطیر'' میں کیا خوب فرمایا ہے:۔

ہم زجملہ بیش وہم بیش از ہمہ
جملہ از خو ددیدہ و خویش از ہمہ
جاں نہان در جسم دو در جاں نہان
اے نہاں اندر نہاں اے جان جان

تقریر بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر چیز میں جو ''کن'' کی مخاطب ہوئی روح حیات پائی جاتی ہے۔ بے شک میں یہی سمجھتا ہوں کہ مخلوق کی ہر نوع کو اس کی استعداد کے موافق قوی ضعیف زندگی ملی ہے۔ یعنی جس کام کے لئے وہ چیز پیدا کی گئی چیز کا ڈھانچہ تیار کر سکے۔

اس کو اس کام کے لئے حکم ''کن'' (اس کام میں لگ جا) دنیا بس یہی اس کی روح حیات ہے۔ جب تک اور جس حد تک یہ اپنی غرض ایجاد پوری کرے گی اسی حد تک وہ زندہ سمجھی جائے گی اور جس قدر وہ اس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی اسی قدر موت سے نزدیک یا مردہ کہلائے گی۔

حضرت علامہ اپنے رسالہ مراقبۃ الارض میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ ''متکلمین نے روح حقیقی کو نہیں سمجھا وہ نسمہ ہی کو روح حقیقی کہتے ہیں اور صوفیاء نے جو روح حقیقی کو مجرد کیا ہے اس پر بعض متکلمین نے ان کی تکفیر کی ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی تکفیر کی بات نہیں ہے۔ صوفیا کو ایک چیز نسمہ کے سوا کشف سے معلوم ہوئی اور وہ اس کے قائل ہو گئے۔ متکلمین کی نظر وہاں تک نہیں پہنچی وہ قائل نہ ہوئے مگر اس کے کیا معنی کہ وہ صاحب شاہدہ کو کافر کہیں۔

متکلمین کے اس حکم کی بناء پر ہے کہ انہوں نے تجرد کو حق تعالیٰ کی خاص صفت مانا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک مجرد سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا اور صوفیاء ارواح کو بھی مجرد مانتے ہیں۔ لہٰذا وہ شریک باری کے قائل ہوئے اور یہ کفر ہے۔ مگر یہ دلیل نہایت مخدوش ہے۔ اس لئے کہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ تجرد واجب حق تعالیٰ کی خاص صفات (مخصوص ترین صفت) ہے۔ بلکہ میں تو ترقی کر کے یہ کہتا ہوں کہ واجب کی اخص صفات کی تحقیق تو بہت دور ہے

خود ممکنات کی صفات کے حقائق جو کچھ کسی نے بیان کئے ہیں وہ قطعی نہیں ہیں۔
حکماء اور منطقین خود اقرار کرتے ہیں کہ جنس کو عروض عام سے اور فصل کو خاصہ سے بہت اشتباہ ہے۔ پس یہ ممکن ہے کہ جنس کو ہم نے فصل سمجھا ہے وہ میں خاصہ ہوا اور جس کو ہم جنس کہتے ہیں وہ واقع ہیں۔
عرض عام ہو جب ممکنات کے بارے میں ہمارے علم کی یہ حالت ہے تو صفات واجب ہیں اس علم نقص ظاہر ہے لہٰذا کسی کو حق نہیں کہ صاحب کے لئے کسی خاص صفت کو ''مابہ الاتمیاز'' قرار دے کر دوسروں کی تکفیر کرنے لگے۔ چنانچہ صوفیا نے متکلمین کی اس رائے کو تسلیم نہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ تجرد کا واجب کے لئے اخص صفات ہونا مسلم نہیں ہے۔ لہٰذا غیر واجب کو مجرد ماننے سے شرک لازم نہیں آتا۔
البتہ کفر اس وقت لازم آتا ہے جب روح کو مجرد ماننے کے ساتھ ہی اس کو واجب و قدیم بھی مانا جائے اور یہاں ایسا نہیں ہے کہ کیونکہ ہمارے نزدیک مجرد بھی حادث ہوسکتا ہے۔

☆......☆......☆

روح کا سفر آسمانی

بہر حال صوفیا کے قول کے مطابق تو یہ ظاہر ہے کہ انسان کا ایک قدم زمین پر اور ایک عرش پر ہے۔ کیونکہ روح حقیقی ''حال فی الجسم'' (جسم میں حلول کئے ہوئے) نہیں مانتے بلکہ ''فوق السموات'' (بالاتر از آسمان) کہتے ہیں اور متکلمین کے قول پر بھی یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک روح اگرچہ بدن میں حلول کئے ہوئے ہے مگر اس کا علوی ہونا اور طالب سموات ہونا ان کو بھی تسلیم ہے کیونکہ وہ روح کو مثل ملائکہ ''جوہر مادی لطیف'' کہتے ہیں جس کا مبداء و مفاد ''عالم ناسوت'' نہیں ہے، بلکہ ''عالم ملکوت'' ہے۔
یہ واضح رہنا چاہئے کہ اس موقع پر روح سے روح انسانی مراد ہے جس سے ادراک معقولات ہوتا ہے۔ روح طبی مراد نہیں ہے جو خون سے پیدا ہوتی ہے۔ بہر حال روح انسانی کو سفلی کوئی نہیں کہتا۔ دھرئین کے سوائے سب نے ہی اس کو علوی مانا ہے۔ البتہ یہ ایک الگ اختلاف ہے کہ وہ مجرد ہے یا مادی۔ اگر مرد ہے جیسا کہ حکماء نے بھی کہا ہے کیونکہ جس چیز کو حکماء

نفس ناطقہ کہتے ہیں۔ وہی روح انسانی ہے اور نفس ناطقہ کو ان لوگوں نے بھی مادی نہیں مانا بلکہ مجرد کہا ہے۔

صوفیاء کی تحقیق بھی یہی ہے کہ روح مجرد ہے اور اس صورت میں وہ ان معنی میں علوی ہے کہ فوق الا حیاز (حیز و مکان سے بالاتر) ہے اور یہی محمل و مصداق ہوگا۔ صوفیا کے نزدیک روح کے ''فی السماء'' (آسمانوں میں) ہونے کا۔ جیسا کہ علماء ظاہر کے نزدیک ''اللہ تعالیٰ کے آسمانوں میں ہونے کا'' جو احادیث میں وارد ہے۔ یہی محمل و مصداق ہے۔

اور اگر روح مادی ہے۔ جیسا کہ متکلمین کا قول ہے کہ انہوں نے اسے جسم مانا ہے۔ جسم علوی لطیف، تب وہ با معنی علوی ہے کہ اس کا جز و عالی ہے اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ روح کے علوی ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ روح کے علوی ہونے پر ہم کو کسی کے اتفاق و اختلاف سے غرض نہیں کوئی مانے یا نہ مانے جب کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ روح کا مبدا و معاد آسمان ہے۔

معاد ہونا تو یہ صراحت ثابت ہے اور مبدا ہونا بطور قیاس احوال روح کے سلسلے میں وارد ہے۔ ''یہاں تک کہ وہ بدن سے نکلتی ہے۔ پھر آسمان کی طرف عروج کرتی ہے تو اس کے لئے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ (اس قول تک) یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ جہاں اس کا مستقر ہے۔'' (حدیث تبصیفلہ)

یعنی جب آدمی مرتا ہے تو فرشتے اس کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ روح کا معاد آسمان ہے۔ اور مبدا ہونا اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد جسم کے بعد جسم کے لئے دفن کا حکم دیا گیا جس میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس کو اصل کی طرف لوٹا دینا مقصود ہے (جہاں سے اس کی ابتداء ہوئی تھی) جب جسم کا مبداء زمین تھی اور اس کو جسم کا معاد بنایا گیا تو روح کو آسمان پر لے جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آسمان جیسا کہ معاد روح ہے اسی طرح وہ اس کا مبداء بھی تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ معاد اسی کو بنایا گیا جو مبداء تھا لہٰذا جسم کا مبداء و معاد زمین اور روح کا مبداء معاد آسمان ہے۔

☆......☆......☆

مرتے وقت روح کی تکلیف

عام لوگوں کا خیال ہے کہ جان بڑی تکلیف سے بدن کو چھوڑتی ہے مگر خلاف ازیں موت کے وقت قطعاً تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کے ثبوت میں بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ ایک طبیب کا اس بارے میں بیان ہے کہ میں نے تقریباً پانچ سو اموات کا مشاہدہ کیا ہے اور ان موقعوں پر خاص طور پر مرنے والے کی حالت کو بغور دیکھا ہے۔ اکثر حالتوں میں موت بھی پیدائش کی مانند خواب سے مشابہ ہوتی ہے یعنی جس طرح انسان پیدائش کے وقت خواب سے بیدار ہوتا ہے۔ اسی طرح موت کے وقت سو جاتا ہے اور اک عالم خودفراموشی میں چلا جاتا ہے۔

انگریز ڈاکٹر وائیڈون کلمرک بیان کرتے ہیں کہ موت بھی پیدائش کی طرح قطعاً تکلیف دہ نہیں ہوتی۔ اسی طرح دوسرے ڈاکٹرز، میکنا ٹرلز اور کسی دوسرے طبیبوں نے بھی اس امر کی تصدیق کی ہے لیکن اس امر کی وجہ ڈاکٹر سپنسر نے اپنے ایک مضمون میں یوں بیان کی ہے۔

پیدائش کے وقت بچہ ایک ایسے تجربہ میں سے گزر رہا ہوتا ہے کہ وہ محض اسے عالم خواب میں برداشت کر لیتا ہے۔ اگر اسے اس وقت اس تکلیف کا احساس ہو تو وہ موت سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ثابت ہو۔ اسی طرح موت اور تکلیف بھی دو لازمی چیزیں نہیں ہیں۔ موت سے مراد وقت نزع ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض صورتوں میں مریض دنوں بلکہ مہینوں نا قابل برداشت تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ خون جو دماغ کی طرف جاتا ہے۔ کمزوری کی حالت میں بہت کم مقدار میں اپنی منزل مقصود تک پہنچتا ہے اور علاوہ بریں اس میں کار بانک ایسڈ گیس بھی بہت ساری ملی ہوتی ہے۔ یہ گیس اعضائے رئیسہ پر اپنا ایسا اثر کرتی ہے کہ اس سے احساس بالکل ضائع ہو جاتا ہے۔ مریض حالت غشی میں آجاتا ہے۔ آنکھوں کے پردوں پر ایک چادر سی چھا جاتی ہے اور مرنے والا آخری لمحہ عین حالت خودفراموشی میں گزار کر راہئے ملک عدم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ احساس تو ہوتا ہی نہیں۔ بے چارے کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ کب مرا۔

ڈاکٹر بیلی کا بیان ہے کہ میں نے اکثر اموات میں دیکھا ہے کہ قدرت کاملہ کا منشا یہ ہے کہ ہم اس دنیا سے اسی عالم خودفراموشی میں چلے جائیں جس میں کہ ہم یہاں داخل ہوئے تھے۔ اپنے سارے تجربات میں، میں نے ایک فیصدی بھی اس کے خلاف موت نہیں دیکھی۔ لیکن بعض حالتوں میں ایسا اتفاق ہوا ہے کہ ہوش و حواس آخری وقت تک قائم رہتے ہیں۔

اکثر حالتوں میں دیکھا گیا ہے کہ مریض کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اس کا آخری وقت قریب پہنچ رہا ہے۔ اور اس کے ہوش وحواس میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ گویا اس کے ہوش وحواس کھو جانے کا وقت اور اس کی موت کا وقت ایک ہی لحہ میں واقع ہوتے ہیں۔ یعنی اس کے ہوش وحواس آخری وقت تک قائم رہتے ہیں۔ مگر یہ حالات شاذونادر ہی ہوتے ہیں۔ اور اگر ایسا کبھی ہوا بھی ہے تو مریض کو دوبارہ زندگی نصیب نہیں ہوتی کہ وہ اس موضوع پر روشنی ڈال سکے۔ محض مشاہدہ پر ہی تصدیق تجربہ مناسب نہیں۔ ہاں بعض صورتوں میں ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مرنے والا موت کے گھاٹ سے پار گزر کر بھی واپس آ گیا ہے اور اس نے موت کی تکالیف واحساسات کا واقعہ بیان کیا ہے۔ ایسی صورتوں میں واقعی موت کے وقت کے احساسات کا پتہ چلتا ہے۔ بہت سے اتفاقات ایسے ہوتے ہیں کہ ڈوبنے والے اشخاص نے اپنی گزشتہ زندگی کے سارے حالات کو ایک چشم زن میں دھرالیا ہے۔ ایسے مواقع پر دل بہت سرعت سے کام کرتا ہے۔ وہ اگر اس کے بعد زندہ ہو گیا ہے تو یہ موت کے تجربہ کے خیالات وحالات بیان کرتے ہیں۔

بعض اوقات بلندی سے گرنے والے جو حسن اتفاق سے بچ جاتے ہیں۔ اپنے حالات بیان کرتے ہیں۔ اور ان خیالات کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ جو ان کے دل میں گرتے وقت پیدا ہوئے تھے۔ ایسی حالتوں میں یہی دیکھا گیا ہے کہ گزشتہ زندگی کے حالات سارے کے سارے ایک لحہ ایک چشم زن میں پردہ دماغ پر بھر جاتے ہیں اور انسان موقع کی تکلیف سے بالکل بری ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ بھی ایک دلیل اس بات کی ہوتی ہے کہ موت واقع ہونے کے وقت قطعاً تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

عموماً قوت حافظہ نزع کے وقت مقصود ہوتی ہے۔ مرنے والے کے نزدیک اس کے عزیز و اقارب شناخت کے واسطے جاتے ہیں اور وہ نہیں پہچانتا اس کے یہی معنی ہیں کہ وقت حافظہ بالکل زندہ نہیں جس سے مرنے والے کی ذات خاص زندہ شمار ہوسکتی ہے۔ لیکن بعض حالتوں میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ قوت حافظہ اس قدر تیز ہو جاتا ہے کہ زندگی تو کیا بچپن کے اقوال وافعال یاد آ جاتے ہیں جن کو سن کر پاس بیٹھنے والے کانپ جاتے ہیں گویا اس وقت قدرت کاملہ کی قوت نظر اپنا پورا اثر دماغ پر کرتی ہے۔ یہ امر ایسا ہے کہ اب تک بھی کوئی ڈاکٹر اس پر پوری روشنی نہیں ڈال سکا۔

☆......☆......☆

روح کا ماورائی کردار

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بعض رسائل ''فرق عادات'' اور الروح فی القرآن میں اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا ہے کہ اپنے رسالہ فرق عادات میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اگر مادہ کی سرحد سے ذرا قدم آگے نکالا جائے تو پھر ایک اور عالم سامنے آ جاتا ہے۔ جہاں ہماری وہ ادھوری توجیہات بھی کچھ کام نہیں دیتیں جن سے ہم فلتات طبیعیہ اور قانون فطرت کی تطبیق کا کام لیتے ہیں۔''

''یہ عالم، عالم ارواح ہے جس کی طاقتوں اور نوامیس کا حال یورپ کے ملحدین کو ابھی تھوڑے عرصہ سے کھلا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے فلاسفر جو مادہ اور اس کی قوت کے سوائے کسی دوسرے کا نام لینے والے کو وہم پرست اور پاگل کہتے تھے۔ خدا کی شان کہ آج وہی مشاہدات اور تجربات تواتر سے عاجز و مبہوت ہو کر روح اور اس کی عجیب و غریب طاقتوں کے ثابت کرنے میں پیش پیش ہیں۔''

عالمان مسمریزم ''تھیوسوفیکل سوسائٹی اور فار سائیکیکل ریسرچ، وغیرہ بہت سے گروہ پیدا ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے روح کی ان طاقتوں پر تھوڑی بہت روشنی ڈالی ہے اور اگرچہ یہ کام ابھی تکمیل کو نہیں پہنچا لیکن اب اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ نوامیس طبیعیہ مادیہ سے بالا تر اور عظیم تر اور بھی نوامیس ہیں، جن کے سامنے مادہ اور اس کی قوتیں کچھ وزن نہیں رکھتیں۔

فرانس کے مشہور آفاق امام فلکیات وطبیعات کامل فلا مریوں نے المجھول والمسائل الروحیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کے کئی آڈیشن چند روز میں ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ فلسفہ حسیہ کا یہ فاضل بہت سے مشاہدات اور قوانین ونوامیس پر غور وفکر کرنے کے بعد ان چار نظریوں پر پہنچا ہے۔

۱۔ روح موجود ہے۔ اور جسم سے علیحدہ ایک مستقل وجود رکھتی ہے۔

۲۔ روح ایسی خصوصیات اور قویٰ اپنے اندر رکھتی ہے جن کی گہرائیوں تک علم ابھی تک رسائی نہیں پا سکا۔

۳۔ یہ ممکن ہے کہ روح بدو مساعدت حواس، بہت دور کی چیزوں پر اپنا اثر ڈال سکے یا ان کے (یعنی روح) کے اثرات کو قبول کر سکے۔

۴۔ آئندہ واقعات وحوادث جو وقوع سے پہلے مقدر ہیں اور ایسے اسباب کے ساتھ ان کی تجدید ہو چکی ہے جو مستقبل میں ان کو موجود کریں گے، روح بسا اوقات ان واقعات وحوادث پر ان کے وقوع سے پہلے مطالع ہو جاتی ہے۔

ان چاروں نظریات کے ثابت کرنے میں فاضل موصوف نے بہت مضبوط براہین حسیہ سے کام لیا ہے جس کو سننے کے بعد ایک سرکش مادہ پرست کو بھی مجال انکار نہیں ہو سکتی۔

اس قسم کے دلائل وشواہد سے متاثر ہو کر مسٹر ہڈسن کو کہنا پڑا ہے کہ ''میں اپنے یا اوروں کے تجربوں سے ایسے واقعات کا پیش آنا ثابت کرنے کی کوشش میں اپنا وقت ضائع نہ کروں گا۔ اس کام کا وقت گزر چکا ہے۔

مہذب دنیا کو یہ واقعات ایسے معلوم ہیں کہ ثبوت کی ضرورت نہیں۔ آج جو شخص روحانی مناظر سے انکار کرے وہ منکر نہیں محض جاہل ہے اور ایسے شخص کو روشن خیال بنانے کی کوشش کے بار آور ہونے کی کوئی امید نہیں۔''

اگر چہ عالم ارواح کے نوامیس مہمہ ابھی تک راز ہائے سر بستہ ہیں اور ان کا نظام ہمارے مادیات کے نظام طبعی سے کہیں زیادہ وسیع اور لطیف ہے۔ تاہم روہانی مناظر کا جو ذخیرہ یورپ کی سوسائٹیوں نے اپنی مستند رپورٹوں میں جمع کر دیا ہے وہ بھی بڑے بڑے ماہران طبعیات اور مدعیان ہمہ دانی کو حسرت زدہ اور خجل کرنے کے لئے کافی ہے اور جس قدر رفلتات طبیعیہ کا وجود عام نوامیس طبیعیہ اور قوانین ماریہ کے سلسلہ میں عجیب چیز ہے اس سے کہیں بڑھ کر نظام روحانی کا محیر العقول انکشاف پرستاران نوامیس طبیعیہ کے ایوانوں میں زلزلہ ڈالنے والا ہے۔

روحانی قوتوں کی تحقیق کا جو سلسلہ جاری ہے۔ وہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ حال کے بڑے بڑے فلاسفر اس جانب ترقی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ روحانی نظام صرف ان ہی انسانی ارواح کے

مجموعہ سے نہیں ہے جو انسانوں کے جسم کی تدبیر کرتی ہیں۔ اور اس سے جدا ہوتی رہتی ہیں۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ ان ارواح کے علاوہ اور ارواح مجردہ یا کوئی لطیف نورانی مخلوق ایسی پائی جاتی ہو جن کا ان ارواح انسانی سے زیادہ قریب کا رشتہ ہو۔

مسٹر مائرس اپنی معلومات کی بناء پر ارواح مجردہ کا صرف امکان تسلیم کرتے ہیں مگر فرنچ فیلسوف موسیولوی فگے ایک لطیف استدلال سے ان کا وجود ثابت کرنے پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ۔

"ہمارے اردگرد زندہ مخلوق میں نباتات سے لے کر انسان تک دائماً اوپر جانے والا سلسلہ ہے جو بتدریج کمال حاصل کرتا جاتا ہے۔

کائی اور دیگر ہجری روئدگیوں کو جو نظام نباتی کی ابتدائی حالت ہے، نقطہ روانگی ٹھہرا کر ہم نباتی دنیا کے کمال حاصل کرنے والے سلسلہ میں گزر جاتے ہیں اور ابتدائی حیوانات یعنی گھونگھے اور دیگر نباتات نما حیوانات تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہاں سے اعلیٰ تر حیوانات کے بے انتہا درجوں کو طے کرتے ہوئے انسانی قلب میں آ جاتے ہیں۔

اس سیڑھی کا ایک پایہ غالباً غیر محسوس ہے اور ان تغیرات و درجات کی ترتیب ایسی عمدہ ہے کہ اس نے درمیانی ہستیوں کے ایک غیر محدود سلسلے کو گھیرا ہوا ہے۔ جس کا ایک کنارہ کائی ہے اور دوسرا کنارہ ہماری نوع انسانی اور باوجود اس کے ہم ممکن سمجھتے ہیں کہ آئندہ ہم میں اور خدا میں درمیانی مخلوق کا کوئی واسطہ حائل نہ ہو اور اس تدریجی ترقی کے سلسلہ میں انسان اور خدا کے مابین ایک بڑا غار خالی پڑا رہ گیا ہو۔

ہم ممکن سمجھتے ہیں کہ تمام نیچر میں چھوٹی چھوٹی نباتات سے لے کر نوع انسانی تک تدریجی اور بے شمار درجات کی ترتیب ہو۔ مگر انسان اور خدا کے درمیان صرف ایک ناپیدا کنار جنگل ہو، بے شبہ یہ ناممکن ہے اور اگر کبھی فلسفہ یا مذہب نے ایسی غلطی کی حمایت کی ہے تو اس کی وجہ صرف مظاہر قدرت سے ناواقفی ہے۔

اس میں شک کرنا ناممکن ہے جس طرح نبات اور حیوانات اور انسان کے مابین دیکھا جاتا ہے اسی طرح انسان اور خدا کے مابین ضرور درمیانی مخلوق کی بڑی تعداد ہے جس کی وساطت سے انسان اس خدا تک پہنچتا ہے جو اس پر اپنی غیر محدود طاقت اور جلال سے حکومت کر رہا ہے۔

عالم ارواح

غرض یہ تو ہم کو یقین ہے کہ ایسی درمیانی مخلوقات جو انسان سے آگے لطافت کی تدریجی منازل طے کرتی ہوئی خدا تک پہنچتی ہیں موجود ہیں۔ گو یہ ضرور ہے کہ وہ ہم کو نظر نہیں آتیں۔ لیکن اگر ہم ہر ایک ایسی چیز کے وجود سے انکار کریں جس کو ہم دیکھ نہ سکیں تو نہایت آسانی سے ہماری تکذیب ہو سکتی ہے۔

فرض کیجئے کہ کوئی علم مادیات کا عالم کسی تالاب سے ایک قطرہ پانی کا لے کر ایک جاہل کو دکھا کر کہے کہ یہ قطرہ جس میں تم کچھ نہیں دیکھتے ہو چھوٹے چھوٹے حیوانات اور نباتات سے بھرا ہوا ہے۔ جو بغیر محسوس حیوانات اور نباتات کی طرح زندہ رہتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں۔ تو وہ جاہل فوراً سر پھیرے گا۔ اور کہنے والے کو دیوانہ سمجھے گا۔

لیکن اگر اس کی آنکھوں پر خوردبین رکھ دی جائے اور قطرہ کی تشخیص کرے تو اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ کہنے والا سچ کہتا ہے۔ کیونکہ اب اسی قطرہ میں جس کو وہ صاف سمجھتا تھا اس کی آنکھ سائنس کی مدد پا کر چھوٹے پیمانے پر تمام دنیا کو موجود پائے گی۔

غرض جہاں ہم کچھ نہیں دیکھتے وہاں زندہ مخلوق کی بڑی تعداد موجود ہوتی ہے اور یہ محض سائنس ہی کے امکان میں ہے کہ اس بارے میں عوام الناس کی آنکھوں کو روشن کرے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی اس کلیم کی حیثیت اختیار کریں۔

بے شک انسان اور خدا کے درمیان طبقہ جہلاء کو اوراند ھے فلسفہ کو کچھ نہیں سوجھتا، لیکن اگر ہم جسمانی آنکھوں کے بجائے روحانی آنکھوں سے کام لیں (یعنی عقل، قیاس مساوات اور تعلیم کو استعمال کریں تو پر اسرار مخلوق روشنی میں آ جائے گی)

اب اگر ایسی مخلوق کو تسلیم کر لیا جائے جو انسان اور خدا کے درمیان واسطہ کا کام دے خواہ وہ ملائکۃ اللہ ہوں یا ارواح مجردہ تو نظام عالم میں مادیات فلکیات طبعیہ اور عالم ارواح انسانی کے نوامیس سے اور بہت سے دوسرے نامعلوم نوامیس قدرت کا اقرار کرنا پڑے گا۔ جن کی ابھی تک ہم کو ہوا بھی نہیں لگی۔ پھر کس قدر شوخ چشمی اور ڈھٹائی ہوگی کہ جو چیز ہماری مادی علت ومعلول کے سلسلہ سے ذرا باہر ہو جائے تو یہ کہہ کر اس کی تکذیب کر دیں کہ وہ قانون قدرت یا نوامیس فطرت کے خلاف ہے۔

☆......☆......☆

روحوں میں جنسی خواہشات

کیا روحوں میں دنیا میں جنسی خواہش باقی رہتی ہے یا نہیں؟ اس موضوع پر بہت سے اہل فکر و نظر نے اپنی اپنی وسعت نظری کے مطابق بحث کی ہے۔ مرنے کے بعد انسان پر کیا گزرتی ہے اور عالم ارواح کی زندگی کیسی ہے کے موضوعات میں دلچسپی رکھنے والے علماء اور عالمین دونوں نے ہی روحوں میں جنسی خواہشات معلوم کرنے کے لئے خاصی کوشش کی ہے اور ان ارباب فکر و نظر نے اسی سلسلے میں مختلف نظریات پیش کئے ہیں۔

عالم ارواح کے متعلق مختلف نظریات کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ عالم ارواح میں جنسی خواہشات کے ''وجود'' کا مسئلہ ایک زمانہ سے متنازعہ چلا آ رہا ہے۔ وہ ماہرین روحانیت جن کی تربیت سائنسی انداز فکر میں ہوئی ہے، ان کی رائے میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ موت کے بعد جنسی خواہشات باقی رہتی ہے۔

پروفیسر ای ایس بی نیس عالم ارواح کے متعلق اپنی ضخیم کتاب ''شخصی بقاء اعتقاد'' میں رقم طراز ہیں کہ دوسری دنیا میں نہ صرف اشراتی بلکہ جسمانی اور مادی رابطہ کا بھی امکان ہے۔ یعنی روحوں میں جسمانی اور مادی تعلق ممکن ہے۔

پروفیسر ایرک شیلر جنہوں نے عالم ارواح کی سائنسی تحقیقات کے بنیادی اصول مرتب کیے ہیں۔ روحوں میں جنسی خواہش کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان کی سیرت، شخصیت اور رویہ موت کے بعد بھی تبدیل نہیں ہوتے۔ البتہ مرنے والے کی سرگرمیوں کا میلان بدل جاتا ہے۔ اس طرح ایک مطیع و فرمانبردار عورت عالم ارواح میں اپنی خصوصیات کا اظہار کرتی ہے۔

یہ خیال صرف پروفیسر شیلر کا ہی نہیں ہے بلکہ مشہور و معروف برطانوی سائنسدان اور ماہر حیاتیات سر آئیور لاج کے نزدیک بھی یہی رائے ہے کہ عالم ارواح میں ہر قماش کے انسان ہوتے

ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے اس عالم رنگ و بو میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ سر آئیور لاج کا نظریہ یہ ہے کہ۔

''اس گوشت پوست کی دنیا میں جس طرح برے بھلے ہر قسم کے آدمی بستے ہیں، اسی طرح عالم ارواح میں بھی نیک اور بد، خیر اور شر کا وجود ہے۔''

ایک برطانوی سائنسدان ڈاکٹر الفریڈ رسل والیس اپنی خودنوشت سوانح حیات ''میری زندگی MYLIFE میں عالم ارواح کے موضوع پر رقم طراز ہیں کہ۔

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عالم ارواح میں روحوں کے اندر قریب قریب وہ تمام خصوصیات باقی رہتی ہیں جو عالم خاکی میں انہیں ودیعت ہوتی ہیں۔ ان حالات میں یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ جنسی خواہش ایسا اہم اور قوی جذبہ عالم ارواح میں باقی نہ رہتا ہو۔ خاص طور پر ایسی حالت میں جب کہ روحوں میں بھی تذکیر و تانیث ہوتی ہے۔ جنسی تفریح کا جو مقصد کرہ ارض پر ہے، وہی مقصد عالم ارواح میں بھی ہوسکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو پھر جس طرح مرنے کے بعد جسم باقی نہیں رہتا، اسی طرح جنسی تخصیص بھی باقی نہیں رہتی۔''

ڈاکٹر والیس کے یہ دلائل بڑے صاف اور واضح ہیں اور ان کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا، ظاہر ہے کہ اگر مرد اور عورت کی طرح عالم ارواح میں زندگی بسر کرنی ہوتی تو پھر روحوں کے مذکر مئونث ہونے کی کیا ضرورت ہوتی۔ ایک اور ماہر روحانیت اور سائنسدان ڈبلیو ایف بیرٹ نے بھی اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے۔ ان کا نظریہ ہے کہ ''عورت کے بعد شخصیت کے مسلسل قائم رہنے پر اس وقت تک یقین کرنا ناممکن ہے جب تک اس کے ساتھ جنس کے قائم رہنے کو نہ مانا جائے۔''

سر آرتھر کانن ڈائل کا نام خوفناک اور پراسرار ماورائی کہانیوں کے حوالے سے خاصا جانا پہچانا ہے۔ انہوں نے اپنی کہانیوں میں کثرت سے روحوں، بدروحوں، بھوتوں، چڑیلوں اور جنات کا ذکر کیا ہے۔

سر آرتھر کانن ڈائل ایسا زبردست معلم اخلاق اور حیات بعد الموت کا معتقد بھی اس نظریے کا حامل ہے کہ دونوں جنسوں کا ایک دوسرے کی جانب میلان عالم ارواح میں بھی باقی رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ لوگ دوسری دنیا میں بھی طبقے بنا کر رہتے ہیں اور مرد عورتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ البتہ وہاں ناشائستہ انداز میں کوئی ہوس رانی نہیں ہوتی اور نہ ہی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ عالم ارواح میں صرف روح ہوتی ہے، جسم نہیں ہوتا۔

سر آرتھر کانن ڈائل کے نزدیک ''ہوس رانی'' قابل اعتراض ہے۔ لیکن لطف اور خط کی

خواہش کو وہ برا نہیں سمجھتے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ گانے بجانے کا شوق عالم ارواح میں بھی عام ہے۔

مشہور شاعر دانتے نے اپنی شہرہ آفاق نظم ''الہامی طربیہ'' میں عالم ارواح کی جو تصویر کھینچی ہے اس میں دکھایا گیا ہے کہ انسانوں کو موت کے بعد بھی اس قسم کی زندگی بسر کرنا پڑتی ہے جیسی موت سے پہلے وہ کائنات ارضی پر بسر کرتے ہیں۔ اسی کے جس حصہ نظم میں گناہ گزاروں کو دکھایا گیا ہے، وہ حصہ دنیا کے بہترین ادب میں شمار کیا جاتا ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران جب لاکھوں افراد جنگ کی ہولناکیوں کا شکار ہو گئے تو لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہونے لگا کہ دوسری دنیا میں انسانی زندگی کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ ان دنوں یہ سوال بھی بہت عام تھا کہ روحوں میں جنسی خواہش باقی رہتی ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں مشہور جریدہ ''ہربرٹ جرنل'' کے چند اوراق صرف اس بحث کے لئے مخصوص کر دیئے گئے تھے کہ عالم ارواح میں جنسی خواہشات کا وجود باقی رہتا ہے یا نہیں۔ انہی دنوں اس جریدے میں ڈاکٹر ایل پی جیکس کی ایک تقریر شائع ہوئی۔

ڈاکٹر جیکس نے یہ تقریر نفسیاتی تحقیقات کی ''رائل سوسائٹی'' میں کی تھی۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنی اس تقریر میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ان تمام روحوں کی گفتگو سے جنہوں نے اس خاکی دنیا کے لوگوں سے رابطہ پیدا کیا، صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عالم ارواح میں جنس باقی رہتی ہے۔ روحیں عورتوں اور مردوں کا ذکر بالکل اسی طرح کرتی ہیں جس طرح اس دنیا میں کیا جاتا ہے۔

بعض ماہرین روحانیات اس بات کے قائل نہیں کہ دوسری دنیا میں جنس باقی رہتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس امر سے تو انکار نہیں کرتے کہ عالم ارواح میں جنس باقی رہتی ہے۔ لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ دونوں جنسوں کے درمیان روحانی تعلق رہتا ہے جسے جسمانی یا نفسیاتی اختلاط سے کوئی واسطہ نہیں۔

ڈاکٹر ڈبلیو ایچ ہایئو میلے عالم ارواح کے موضوع پر لکھتے ہیں کہ عالم ارواح میں مذکر اور مئونث روحوں کے درمیان بلند درجے کا روحانی تعلق ہوتا ہے۔ روحوں کی آپس میں شادیاں بھی ہوتی ہیں اور ان شادیوں میں محبت کی تمام کیفیات موجود ہوتی ہیں۔ وہی دھم دھڑکے، وہی ہیجان، وہی جوش و خروش، وہی بے چینی جو محبت کرنے والے اس دنیا میں محسوس کرتے ہیں، عالم ارواح میں بھی ان کا احساس ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

ننگی روحیں

روحوں کے لباس اور کھانا

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا روحوں کو بھی لباس اور کھانے پینے کی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

''ایک مرتبہ مجھے قبرستان میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہ جمعہ کی شب تھی۔ جب رات بھیگ گئی اور چاروں طرف خاموشی اور سناٹا چھا گیا تو میں نے دیکھا کہ مردے اپنی اپنی قبروں سے باہر نکل رہے ہیں۔ ہر مردہ مختلف قسم کا لباس پہنے ہوئے ہے اور ہر ایک کے سامنے مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے ہیں۔ جس مردے کا لباس زیادہ پاکیزہ اور کھانا بہترین تھا وہ دوسروں میں معزز اور منفرد تھا۔ ایک مردہ دوسرے مردے کو اپنا لباس اور کھانا دکھاتا۔ مردوں کی یہ محفل بالکل دنیاوی مجلس جیسی تھی جس میں تمام دوست احباب جمع تھے۔

ان تمام مردوں میں سے ایک مردہ الگ اور بالکل برہنہ بیٹھا تھا۔ اس بے چارے کے پاس نہ کھانا تھا نہ کوئی اور چیز۔ وہ ننگا مردہ نہایت حسرت اور غم زدہ نگاہوں سے اس مجلس کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس مجلس میں موجود کوئی مردہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔

یہ دیکھ کر مجھے اشتیاق ہوا کہ کچھ معلومات حاصل کروں۔ چنانچہ میں اسی ننگے مردے کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا۔

''یہ کیا مجمع ہے؟ مردے کیوں جمع ہوئے ہیں؟ ان کے پاس رنگ برنگ لباس اور انواع و اقسام کے کھانے اور پھل میوے کہاں سے آئے ہیں اور تم اس مجلس سے علیحدہ خاموش اور غمگین کیسے بیٹھے ہو؟''

اس مردے نے روتے ہوئے کہا۔ ''آج جمعہ کی شب ہے اور اس رات ہم سب کو چھٹی یا آزادی ہوتی ہے کہ آپس میں مل جل کر دل بہلائیں۔ یہ لباس اور کھانا جو تم دیکھ رہے ہو، یہ ہر ایک

کے عزیز اور دوست نے بطور تحفہ بھیجا ہے۔ جس شخص کا لباس قیمتی اور کھانا بہترین ہے، وہ اس بات کی نشانی ہے کہ یہ شخص دنیا میں بھی معزز تھا۔ لیکن جس کا لباس اور کھانا معمولی ہے، اس کی اس مجمع میں بے عزتی اور حقارت ہوتی ہے کیونکہ وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار تھا۔

افسوس کہ اہل دنیا مردوں کی قدر نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ زندوں میں سے زیادہ نیکی اور بہتری کے محتاج ہوتے ہیں۔ دنیا کی کوئی شرمندگی یہاں کی شرمندگی سے زیادہ سوہان روح نہیں۔

مجھے جو تم اس حال میں دیکھ رہے ہیں، اس کی یہ وجہ ہے کہ میرا دنیا میں کوئی نہیں ہے جو مجھے تحفے تحائف بھیجے۔ ایک بیٹا دنیا میں ہے مگر وہ نالائق اور شرابی، زانی اور بدکار ہے۔ جس قدر میں نے ترکہ چھوڑا تھا، وہ سب اس نے عیاشی کی نذر کر دیا اور کبھی بھولے سے بھی میرے نام کوئی تحفہ نہیں بھیجا۔"

مردے نے خاموش ہو کر ٹھنڈا سانس بھرا۔ میں حیرت سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ ایک دو لمحوں بعد وہ ننگا مردہ دوبارہ کہنے لگا۔

"اب وہ بیٹا خود محتاج ہے اور بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ اسی کی تکلیف سے میرا دل اور بھی غمگین رہتا ہے۔ اگر تم اللہ کے واسطے میری مدد کرو تو میں بھی اس قابل ہو سکتا ہوں کہ اس مجمع میں عزت کے ساتھ شریک ہو سکوں۔"

"میں دل و جان سے حاضر ہوں اور جو بھی خدمت میرے لائق ہو بسر وچشم بجالاؤں گا۔"

میں نے جواباً ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ اس مردے نے کہا کہ میں فلاں شہر کا رہنے والا ہوں اور فلاں محلے میں میرا مکان ہے۔ اس مکان میں میرا بیٹا خراب حالت میں پڑا رہتا ہے۔ اس مکان میں فلاں کونے میں میرا اتنا روپیہ جمع ہے مگر میرے بیٹے کو اس دفینہ کا پتا نہیں ہے۔

اب تم وہاں جا کر اس دولت کو نکال کر میرے بیٹے کے حوالے کرو اور اسے نصیحت کرو کہ وہ بری باتوں سے توبہ کرے اور اسی روپے سے اپنی زندگی سدھارے اور کبھی کبھی اپنے باپ کو فاتحہ خیر سے یاد کیا کرے۔ لیکن سارا روپیہ اسے مت دینا۔ نصف روپیہ تو اسے سمجھا کر دینا اور نصف روپے میں تم اپنے ہاتھ سے عمدہ عمدہ کھانے پکوا کر مستحق اور غریب غرباء کو کھلانا اور اچھے اچھے لباس تیار کرا کے ننگوں کو پہنانا۔ اگر تم یہ کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا......"

ننگے مردے کی درخواست سن کر میں اسی وقت قبرستان سے چل دیا۔ وہ شہر جہاں اس مردے کا بیٹا رہتا تھا، قبرستان سے بہت دور تھا۔ مگر میں منزلیں طے کرتا ہوا میں وہاں جا پہنچا۔ جیسا کہ اس مردے نے مجھے بتایا تھا، وہ سب واقعہ بالکل درست تھا۔

میں اسی مردے کے بیٹے سے ملا اور اس کے باپ کا تمام حال اسے سنایا۔ وہ زار و قطار رونے لگا۔ اپنی بری حرکتوں پر وہ نادم اور پشیمان تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

''مجھ سے عہد کرو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں فارغ البال اور آسودہ حال کر دے تو تم شریفانہ اور زاہدانہ زندگی بسر کرو گے۔''

مردے کے بیٹے نے وعدہ کر لیا۔ اس کے بعد میں نے مردے کی بتائی ہوئی جگہ کھودی تو وہاں سے اسی قدر روپیہ برآمد ہوا جتنا اس مردے نے بتایا تھا۔ اسی ہدایت کے مطابق میں نے نصف روپیہ تو اس کے بیٹے کو دے دیا اور باقی نصف میں کھانے اور کپڑے فقیروں محتاجوں کو تقسیم کر دیئے۔

اس تمام کارروائی سے فارغ ہو کر میں پھر اسی قبرستان میں آیا۔ جمعہ کی رات تھی۔ تمام مردے بدستور سابق وہاں جمع ہوئے۔ مگر میں نے اس مردے کو نہ پہچانا۔ کیونکہ آج وہ تمام مردوں میں صدر اور معزز تھا۔ اچانک وہ مردہ خود میرے پاس آیا اور ہنس کر میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''اب میں تمام احباب میں معزز و محترم ہوں۔ میرا بیٹا بھی توبہ تائب ہو کر شریفانہ زندگی بسر کرتا ہے اور مجھے برابر تحفے تحائف بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔''

افسوس کے اہل دنیا اس بات سے ناواقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ مرا اور گیا۔ اب وہ کسی ضرورت کا محتاج نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں جس طرح زندہ لوگ دنیا میں ذلت کی کوئی بات پسند نہیں کرتے، اسی طرح عزت و ذلت کا سوال عالم ارواح میں بھی ہے۔ یہاں کی شرمندگی سے وہاں کی شرمندگی ہزار درجہ بڑی ہوتی ہے۔

اپنے مردوں کی عزت کرو۔ وہ تمہاری عزت کے محتاج ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو۔ بلکہ ان کی بھی عالم ارواح میں ایک زندگی ہے جو دنیاوی زندگی سے زیادہ حساس ہے۔ وہ تمہاری نیکی کے منتظر ہیں۔ ان کو کبھی فراموش نہ کرو۔ اگر تم مردوں کو یاد کرو گے تو جب تم خود مردہ ہو گے تو تم بھی یاد کیے جاؤ گے۔ اگر تم انہیں بھلا دو گے تو تم بھی بھلا دیئے جاؤ گے۔

☆......☆......☆

روح اور موت کی تکلیف

روح پر موت کی سختی

موت کی سختی کا حال وہی جانتا ہے جس پر گزر چکی ہے۔ دوسرے کو اس کی سختی کا حال معلوم نہیں ہوتا وہ صرف قیاس کرسکتا ہے یا مرنے والوں کی حالت دیکھ کر کچھ اندازہ لگا سکتا ہے اور قیاس اس طرح پر ہوسکتا ہے کہ یہ تو ظاہر چیز ہے کہ بدن کے جس حصہ میں روح نہیں ہوتی اس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی (بدن کی جو کھال مردہ ہو جاتی ہے اس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی) لیکن جس عضو میں اور جس حصہ میں جان نہیں ہوتی ہے اس میں سوئی چبھونے سے یا اس کے کاٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

پس بدن کے جس عضو پر کوئی زخم ہوتا ہے یا اس کو کاٹا جاتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اس سے تکلیف اس وجہ سے پہنچتی ہے کہ روح کو اور زندگی کو اس حصہ بدن سے تعلق ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے اس عضو کے ذریعے سے روح پر اثر پہنچتا ہے۔ اور روح سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہے تو ہر عضو میں اس کا بہت تھوڑا سا حصہ اثر کئے ہوئے ہے اور جتنا حصہ اس عضو میں ہے اسی کے بقدر روح کو تکلیف پہنچتی ہے جو بہت تھوڑا سا حصہ ہے لیکن جو تکلیف اعضاء کے بجائے براہ راست ساری روح کو پہنچے جو موت کے وقت ہوتی ہے اس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ کتنی ہوگی۔

اس لئے کہ موت براہ راست ساری روح کو کھینچتی ہے جو بدن کے سارے اعضا ء میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے بدن کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں اتنی ہی تکلیف نہ ہو جتنی کہ اس کے کاٹنے میں ہوتی ہے اس لئے کہ کسی عضو کے کاٹنے سے اس وجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ روح اس سے جدا ہوتی ہے اور اگر وہ مردہ ہو، اس میں روح نہ ہو تو اس کے کاٹنے سے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔

پس روح کے ذرا سے جدا ہونے سے جب اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ساری روح کو بدن کے تمام حصوں سے کھینچا جائے گا تو ظاہر ہے کہ کتنی تکلیف ہوگی لیکن بدن کا اگر ایک حصہ کاٹا جاتا ہے تو روح کا بقیہ حصہ سارے بدن میں موجود ہوتا ہے۔ وہ اس وقت قوی ہوتا ہے۔ اس لئے آدمی چلاتا ہے تڑپتا ہے مگر جب ساری روح کھینچی جاتی ہے تو اس میں ضعف کی وجہ سے اتنی قوت نہیں

رہتی کہ وہ کراہنے سے کچھ آرام پالے۔

البتہ اگر بدن قوی ہوتا ہے تو اس کی بقدر سانس کے اکھڑنے کے وقت اس میں آواز پیدا ہوتی ہے جو سنائی دے جاتی ہے قوت نہیں ہوتی تو یہ بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے نکلنے کے بعد ہر عضو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں اس لئے کہ روح پاؤں کی طرف سے سب سے پہلے کھینچتی ہے اور وہاں سے نکل کر منہ کے ذریعے سے جاتی ہے۔ پھر پنڈلیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر رانیں۔ اسی طرح ہر ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی اس کے کاٹنے سے ہوتی ہے یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھوں سے نور جاتا رہتا ہے۔

☆......☆......☆

موت کی تکلیف

کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عابد لوگوں کی ایک جماعت ایک قبرستان میں پہنچی اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حق تعالیٰ شانہ، سے اس کی دعا کی جائے کہ ان میں سے کوئی مردہ ظاہر ہو جس سے ہم پوچھیں کہ کیا گزری؟

ان لوگوں نے دعا کی۔ ایک مردہ ان پر ظاہر ہوا جس کی پیشانی پر کثرت سجدہ کا نشان بھی پڑا ہوا تھا وہ کہنے لگا کہ تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو مجھے مرے ہوئے پچاس سال ہو گئے۔ لیکن موت کے وقت کی تکلیف اب تک میرے بدن سے نہیں گئی۔

☆......☆......☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یا اللہ تو روح کو پٹھوں سے، ہڈیوں سے اور انگلیوں میں سے نکالتا ہے۔ مجھ پر موت کی سختی آسان کر دے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ موت کی سختی کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے۔ جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد پر جب ترغیب دیتے تو فرماتے کہ ''اگر تم قتل نہ کئے گئے تو بستروں پر مرو گے۔ قسم اس ذات کی جس کے

قبضہ میں میری جان ہے کہ ہزار جگہ تلوار کی کاٹ سے مرنے کی تکلیف زیادہ سخت ہے۔

☆......☆......☆

رحمت اللعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں

اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ مردوں کو قیامت میں اٹھنے تک موت کی تکلیف کا اثر محسوس ہوتا رہتا ہے۔ حضرت شداد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ موت دنیا اور آخرت کی سب تکلیفوں سے زیادہ سخت ہے۔ وہ آرا چلا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ قینچیوں سے کتر دینے سے زیادہ سخت ہے۔ وہ دیگ میں پکا دینے سے زیادہ سخت ہے اگر مردے قبر سے اٹھ کر مرنے کی تکلیف بتائیں۔ تو کوئی بھی شخص دنیا میں لذت سے وقت نہیں گزار سکتا۔ میٹھی نیند اس کو نہیں آسکتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کے وقت کیفیت

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب وصال ہوا تو حق تعالیٰ شانہ نے دریافت فرمایا کہ موت کو کیسا پایا، انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی جان کو ایسا دیکھ رہا تھا جیسے زندہ چڑیا کو اس طرح آگ پر بھونا جارہا ہو کہ نہ اس کی جان نکلتی ہو اور نہ اڑنے کی کوئی صورت ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایسی حالت تھی جیسا کہ زندہ بکری کی کھال اتاری جارہی ہو۔

موت کے وقت بدن کی کیفیت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ موت کی کیفیت بیان کرو انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کر دیا جائے جس کے ساتھ بدن کا ہر جزو لپٹ جائے پھر ایک دم اس کو کھینچ لیا جائے اسی طرح جان کھینچی جاتی ہے۔

موت کی صورت

یہ سب تو نزع کی کیفیت تھی۔ ان سب کے علاوہ ملک الموت اور اس کے مددگار فرشتوں کی صورتوں کا ایک خوف ایک مستقل مرحلہ ہے۔ جس صورت میں وہ گناہ گاروں کی جان نکالتے

ہیں۔ وہ ایسی ڈراؤنی صورت ہوتی ہیں کہ قوی سے قوی آدمی بھی اس کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ تم جس صورت پر فاجر لوگوں کی جان نکالتے ہو وہ مجھے دکھاؤ انہوں نے عرض کیا کہ آپ اس کا تحمل برداشت نہ فرما سکیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں تحمل کرلوں گا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اچھا دوسری طرف منہ کرلیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منہ پھیرلیا۔

اس کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اب دیکھ لیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اوپر دیکھا تو ایک نہایت کالا آدمی (دیوشکل) بال بہت بڑے بڑے کھڑے ہوئے، نہایت سخت بدبو، کالے کپڑے، اس کے منہ سے، ناک سے آگ کی لپٹیں نکل رہی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حالت دیکھ کر غش آ گیا۔ بڑی دیر میں افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر فاجر شخص کے لئے کوئی دوسری آفت نہ ہو تب بھی یہ صورت ہی اس کی موت کے لئے کافی ہے۔

☆......☆......☆

اللہ کے مطیع بندوں کی موت

یہ فاجروں کا حال ہے لیکن اللہ کے مطیع بندوں کی روح نکالنے کے وقت وہ نہایت ہی بہترین صورت میں ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے یہ نقل کیا گیا کہ انہوں نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے اس ہیئت کو بھی دکھاؤ تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان نہایت نفیس لباس پہنے ہوئے خوشبوئیں مہکتی ہوئی سامنے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن کے لئے اگر مرتے وقت اس صورت کے علاوہ کوئی بھی فرحت کی چیز نہ ہو تو یہ بھی کافی ہے۔

☆......☆......☆

مغرور بادشاہ اور اللہ کے نیک بندے کی موت

ایک بادشاہ تھا جس کا ارادہ اپنی مملکت کی زمین کی سیر کا اور حال دیکھنے کا ہوا۔ اس کے لئے شاہانہ جوڑا منگایا۔ ایک جوڑا لایا گیا۔ وہ پسند نہ آیا۔ دوسرا منگایا گیا۔ غرض بار بار کے بعد نہایت

پسندیدہ جوڑا پہن کر سواری منگائی گئی۔ ایک عمدہ گھوڑا لایا گیا پسند نہ آیا اس کو واپس کر کے دوسرا تیسرا منگایا۔ جب وہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے سامنے لائے گئے۔ ان میں سے بہترین گھوڑا پسند کر کے سوار ہوا۔ شیطان مردود نے اس وقت اور بھی نخوت ناک میں پھونک دی، نہایت تکبر سے سوار ہوا حشم و خدم فوج پیادہ ساتھ چلے۔ مگر بڑائی اور تکبر سے بادشاہ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔

راستہ میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پرانے کپڑوں میں ملا۔ اس نے سلام کیا۔ بادشاہ نے التفات بھی نہ کیا اس نے خستہ حال گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ بادشاہ نے اس کو ڈانٹا کہ لگام چھوڑ۔ اتنی بڑی جرات کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا صبر کر۔ جب میں سواری سے اتروں گا اس وقت کہہ لینا۔

اس نے کہا نہیں ابھی کہنا ہے۔ اور یہ کہہ کر زبردستی لگا چھین لی۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کیا بہت راز کی بات ہے کان میں کہنی ہے۔ بادشاہ نے کان اس کے قریب کر دیا۔ اس نے کہا کہ میں ملک الموت ہوں تیری جان لینی ہے۔

یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہو گیا اور زبان لڑکھڑا گئی، پھر کہنے لگا کہ اچھا مجھے اتنی مہلت دے دے کر میں گھر جا کر کچھ سامان کا انتظام کر لوں، گھر والوں سے مل لوں، فرشتہ نے کہا بالکل مہلت نہیں ہے۔ اب تو اپنے گھر کو اور سامان کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ یہ کہہ کر اس کی روح قبض کر لی وہ گھوڑے پر سے لکڑی کی طرح نیچے گر گیا۔

اس کے بعد وہ فرشتہ ملک الموت ایک نیک مسلمان کے پاس گیا کہ وہ (نیک بندہ) نیک بندہ بھی کہیں سفر میں جا رہا تھا۔ اس کو جا کر سلام کیا۔ اس نے وعلیکم السلام کہا۔ اس نے کہا مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے۔ اس نے کہا کہو۔ اس نے کان میں کہا کہ میں ملک الموت ہوں۔ اس نے کہا کہ بہت اچھا کیا کہ آئے، بڑا مبارک ہے ایسے شخص کا آنا جس کا فراق بہت طویل ہو گیا تھا۔ مجھ سے تو جتنے آدمی دور ہیں ان میں کسی سے بھی ملاقات کا اتنا اشتیاق نہ تھا، جتنا تمہاری ملاقات کا تھا۔

فرشتے نے کہا کہ تم جس کام کے لئے گھر سے نکلے ہو اس کو جلدی پورا کر لو۔ اس نے کہا کہ مجھے حق تعالیٰ سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی بھی کام نہیں ہے۔ فرشتے نے کہا کہ تم جس حالت پر مرنا اپنے لئے پسند کرتے ہو میں اسی حالت میں جان قبض کر لوں گا۔

اس شخص نے کہا کہ تمہیں اس کا اختیار ہے۔ فرشتہ نے کہا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے (کہ تمہاری

خوشی کا اتباع کروں) اس شخص نے کہا کہ اچھا تو مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو اور جب میں سجدے میں جاؤں تو میری روح قبض کر لینا۔ چنانچہ اس نے نماز شروع کی اور سجدہ میں اس کی روح قبض کی گئی۔

☆......☆......☆

ظالم بندے پر ملک الموت کا رحم

وہیب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم جابر کی روح قبض کر کے لے گئے کہ دنیا میں اس سے بڑا ظالم کوئی نہ تھا۔ وہ جا رہے تھے۔ فرشتوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں۔ تمہیں کبھی کسی پر رحم بھی آیا۔ انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا۔ جو تنہا جنگل میں تھی۔ جب ہی اس کا بچہ پیدا ہوا تھا مجھے حکم ہوا کہ اس عورت کی جان قبض کرلوں۔

مجھے اس عورت کی اور اس بچے کی تنہائی پر بڑا ترس آیا کہ اس بچے کا اس جنگل میں جہاں کوئی دوسرا نہیں ہے کیا بنے گا۔

فرشتوں نے کہا یہ ظالم جس کی تم روح لے جا رہے ہو وہی بچہ ہے۔ ملک الموت حیرت میں رہ گئے۔ کہنے لگے مولیٰ تو پاک ہے، بڑا مہربان ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

کسی شخص کی موت پر ملک الموت کی باتیں

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے اور اس کے گھر والے رونا شروع کرتے ہیں تو ملک الموت اس مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں۔

''میں نے اس کی روزی نہیں کھالی (یہ اپنی روزی ختم کر چکا تھا) میں نے اس کی عمر کم نہیں کردی۔ مجھے تو اس گھر میں پھر آنا ہے اور بار بار آنا ہے۔ اتنے سب ختم نہ ہو جائیں۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر گھر والے اس وقت اس فرشتے کو دیکھیں اور اس کی باتیں سن لیں تو مردہ کو بھول جائیں اور اپنی فکر میں پڑ جائیں۔

☆......☆......☆

موت کے وقت ظالم کی باتیں

یزید رقاش رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ظالموں میں ایک ظالم اپنے گھر میں

بیٹھا ہوا اپنی بیوی سے تخلیہ کر رہا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ گھر میں ایک اجنبی شخص دروازے سے چلا آرہا ہے۔ یہ شخص نہایت غصہ سے اس کی طرف لپکا۔

اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور گھر میں آنے کی تجھے کس نے اجازت دی۔ اس نے کہا کہ مجھے اس گھر کے مالک نے اندر آنے کو کہا ہے اور میں وہ شخص ہوں جس کو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لئے مجھے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ کسی ظالم کے دبدبہ سے ڈرتا ہوں، نہ کسی معزز متکبر کے پاس جانے سے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے۔

اس کی یہ گفتگو سن کر وہ ظالم نہایت خوفزدہ ہو گیا، بدن میں کپکی آ گئی اور اوندھے منہ گر گیا۔ اس کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا، پھر تو آپ ملک الموت ہیں۔

اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ صاحب مکان نے کہا کہ آپ مجھے اتنی مہلت دے دیں کہ میں وصیت نامہ لکھ دوں۔ فرشتہ نے کہا کہ اس کا وقت دور چلا گیا۔ افسوس کہ تمہاری مدت ختم ہو چکی ہے سانس پورے ہو گئے اور تیرا وقت ختم ہو گیا۔ اب تیرے لئے ذرا سی گنجائش نہیں۔

صاحب مکان نے پوچھا کہ آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔ فرشتہ نے کہا تیرے اعمال جہاں گئے ہوئے ہیں ان کے پاس لے جاؤں گا (جیسے عمل کئے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانہ ملے گا) اور جس قسم کا گھر تو نے اس جہاں میں بنا رکھا ہوگا وہی تجھے ملے گا۔ اس نے کہا کہ میں نے تو نیک اعمال کچھ بھی نہیں کئے اور نہ کوئی عمدہ گھر اپنے لئے بنا رکھا ہے۔

فرشتہ نے کہا پھر ”نزاعۃ للشویٰ“ کی طرف لے جاؤں گا۔ یہ سورۂ معارج ع ۱ آیت کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بے شک وہ آگ ایسی ہی دہکتی ہوئی ہے جو کھال تک کھینچ لے گی اور اس شخص کو (جس نے دنیا میں حق سے) منہ پھیرا اور بے توجہی کی وہ آگ خود بلائے گی۔ (اپنی طرف کھینچ لے گی) اس کے بعد اس فرشتہ نے اس کی جان نکال لی۔

موت کی شدت

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت ملک الموت دل کی رگ کو چھوتے ہیں، اسی وقت آدمی کا لوگوں کو پہچاننا موقوف ہو جاتا ہے، زبان بند ہو جاتی ہے اور دنیا کی سب چیزوں کو بھول جاتا ہے۔ اگر اس وقت آدمی پر موت کا نشہ سوار نہ ہو تو تکلیف کی شدت سے پاس والوں پر تلوار چلانے لگے۔

☆......☆......☆

بت پرست کا مسلمان ہونا

حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو مشائخ چشتیہ کے سلسلے میں مشہور بزرگ ہیں) فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہے تھے۔ ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرے میں پہنچادیا۔ ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بت کو پوج رہا ہے۔

ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے۔ اس نے اس بت کو اشارہ کیا۔ ہم نے کہا یہ معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے۔ جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے۔

اس نے کہا تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے۔ اس کی گرفت زمین پر ہے۔ اس کی عظمت اور بڑائی بالاتر ہے۔ کہنے لگا تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا؟ ہم نے کہا۔ اس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم اور شریف تھا۔ اس رسول نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں۔

اس نے کہا وہ رسول کہاں ہیں؟

ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام پہنچادیا اور اپنا حق پورا کردیا تو اس مالک نے اسے اپنے پاس بلالیا تاکہ اس کو پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کرنے کا صلہ و انعام عطا فرمائے۔ اس نے کہا کہ اس رسول نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا کہ اس مالک کی پاک کلام ہمارے پاس چھوڑی ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔

ہم نے قرآن پاک لاکر اس کے سامنے رکھا۔ اس نے کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ۔ ہم نے ایک سورۃ سنائی۔ وہ سنتے ہوئے روتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سورۃ پوری ہوگئی۔ اس نے کہا کہ اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔

ہم نے اس کو اسلام کے ارکان اور احکام بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں۔ جب رات ہوئی عشاء کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے تو اس نے پوچھا تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے۔ ہم نے کہا وہ پاک ذات حی قیوم ہے۔ وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے (آیۃ الکرسی)

وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ۔ ہمیں اس کی بات کی بڑی حیرت ہوئی۔ جب ہم اس جزیرے سے واپس ہونے لگے تو کہنے لگا مجھے بھی ساتھ لے

چلوتا کہ میں دین کی باتیں سیکھ سکوں۔ ہم نے اسے اپنے ساتھ لے لیا۔
جب ہم شہر عبادان میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ یہ شخص نومسلم ہے۔ اس کے لئے کچھ معاش کا فکر بھی چاہئے۔ ہم نے کچھ درم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا کچھ درم ہیں۔ ان کو تم اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا (لا الله الا الله)
تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے۔ میں ایک جزیرہ میں تھا، ایک بت کی پرستش کرتا تھا۔ خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔ اس نے اس حالت میں بھی مجھے ہلاک اور ضائع نہیں کیا۔ حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا۔ پس وہ اس وقت مجھے کیوں کر ضائع کر دے گا جب کہ میں اس کو پہچانتا ہوں (اس کی عبادت بھی کرتا ہوں)
تین دن کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے، موت کے قریب ہے۔ ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا تیری کوئی حاجت ہو تو بتا۔ کہنے لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کر دیں۔ جس نے تم لوگوں کو جزیرے میں میری ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ شیخ عبدالواحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعتاً نیند کا غلبہ ہوا۔ میں وہیں سو گیا۔
میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت سرسبز شاداب باغ ہے۔ اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے۔ اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اس پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔ یہ کہہ رہی ہے کہ خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیج دو۔ اس کے اشتیاق میں میری بیقراری حد سے بڑھ گئی۔
میری جو آنکھ کھلی تو اس نومسلم کی روح پرواز کر چکی تھی۔ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریف پڑھ رہا تھا ترجمہ۔ اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے الآیہ (رکوع ۳) اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط جمے رہے) پس اس جہاں میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے۔

حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ اور جنات کی موت کے متعلق باتیں

حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کے لئے جا رہا تھا۔

بہت سے رفیق ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک مرتبہ مجھے تنہائی کا غلبہ ہوا اور یہ دل میں تقاضا ہوا کہ سب کا ساتھ چھوڑ کرا کیلے چلوں۔ میں نے اس راستے کو چھوڑ کر جس میں سب چل رہے تھے، ایک دوسرا تنہائی کا راستہ اختیار کرلیا اور تین دن تین رات برابر چلتا رہا۔ نہ تو مجھے ان میں کھانے کا خیال آیا نہ پینے کا نہ کوئی اور حاجت پیش آئی۔

تین دن رات چلنے کے بعد میں ایک ایسے جنگل میں پہنچ گیا جو بڑا شاداب سرسبز اور ہر قسم کے پھل اور پھول اس میں لگے ہوئے جو بڑے مہک دار تھے اور اس کے بیچ میں ایک چشمہ تھا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ تو جنت ہے اور میں سخت حیرت میں پڑ گیا۔ میں اس فکر و سوچ میں تھا کہ ایک جماعت آتی نظر آئی۔ جن کے چہرے تو آدمیوں جیسے تھے اور ان پر مرقع چادریں اور خوشنما انگلیاں تھیں۔ ان لوگوں نے آ کر مجھے گھیر لیا اور سلام کہا۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم کہاں، میں کہاں۔

پھر مجھے خیال ہوا یہ جنات کی قوم ہے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے کہا۔ ہم میں ایک مسئلہ پر اختلاف ہو رہا ہے اور ہم جنات میں سے ہیں۔ جنہوں نے بیعت العقبہ کی رات میں حضور اقدس ﷺ سے اللہ کا پاک کلام سنا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے پڑھنے کی آواز نے ہمیں دنیا کے سارے کاموں سے چھڑا دیا اور یہ جگہ اللہ جل شانہ، نے ہمارے لئے مزین فرما دی۔

میں نے پوچھا کہ اس جگہ سے وہ جگہ کتنی دور ہے، جہاں میں نے اپنے سفر کے ساتھیوں کو چھوڑا ہے۔ میرے اس سوال پر ان میں سے ایک شخص نے تبسم کرتے ہوئے کہا کہ ابواسحٰق اللہ جل شانہ، کے بھی عجیب بھید ہیں۔ اس جگہ تمہاری قوم کا کبھی کوئی شخص بجز ایک آدمی کے نہیں آیا۔ ایک جوان تمہاری جنس سے آیا تھا۔ اس کا یہاں انتقال ہو گیا تھا اور یہ دیکھو اس کی قبر ہے۔

اس کی قبر میں نے دیکھی کہ اس پانی کے تالاب کے کنارے تھی۔ اس کے گرد چھوٹا سا باغیچہ تھا جس میں ایسے پھول لگ رہے تھے کہ میں نے اس جیسے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پھر وہ جن کہنے لگا کہ اس جگہ کے اور اس کے درمیان اتنے اتنے مہینوں کا یا اتنے اتنے برسوں کا راستہ ہے۔ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ اچھا اس جوان کا حال مجھے بتاؤ۔

ان میں سے ایک نے سنایا کہ ہم لوگ اس چشمے کے کنارے بیٹھے ہوئے عشق کے بارے میں بحث کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک جوان آیا اور اس نے آ کر سلام کیا۔ ہم نے سلام کا جواب دیا اور ہم نے پوچھا نوجوان کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ شہر نیشا پور سے آیا ہوں۔ ہم نے پوچھا کہ اس شہر کو چھوڑے کتنے دن ہوئے۔ اس نے کہا سات دن ہوئے ہیں ہم نے کہا شہر سے

کس ارادے سے چلے تھے۔اس جوان نے کہا کہ میں نے اللہ جل شانہ،کا پاک ارشاد سنا ہے۔

ترجمہ:تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو، قبل اس کے کہ تم پر عذاب ہونے لگے۔پھر اس وقت تمہاری کسی طرف سے بھی مدد نہ کی جائے گی۔(زمر:ع ٦) ہم نے اس جوان سے پوچھا کہ انابت کیا ہے اور عذاب کیا ہے؟

اس نے بیان کرنا شروع کیا اور جب عذاب بیان کرنا شروع کیا تو ایک چیخ ماری اور مر گیا۔ ہم لوگوں نے اس کو اس قبر میں دفن کر دیا۔ابراہیمؒ کہتے ہیں مجھے اس قصے سے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کے بعد میں اس جوان کی قبر کے نزدیک گیا تو اس کے سرہانے نرگس کے پھولوں کا ایک بہت بڑا گل دستہ رکھا تھا۔اور اس کی قبر پر یہ لفظ لکھے ہوئے تھے۔

هذا قبر و حبيب الله قتيل الغيرة۔

''یہ اللہ کے دوست کی قبر ہے جو غیرت کا قتل کیا ہوا ہے۔''اور نرگس کے ایک پتہ پر انابت کی تفسیر لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو پڑھا۔ان جنات نے مجھ سے اس کا مطلب پوچھا۔ میں نے اس کا مطلب بتایا تو بہت خوش ہوئے اور مزے میں لوٹنے لگے۔ جب اس سے انہیں سکون سا ہوا تو کہنے لگے ہمارا وہ مسئلہ جس پر جھگڑا تھا،حل ہو گیا۔

ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر مجھے کچھ غنودگی سی آئی۔اس کے بعد جو میری آنکھ کھلی تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا(جو کہ مکہ مکرمہ کے قریب ہے)اور میرے کپڑوں میں پھولوں کا ایک گلدستہ تھا جو ایک سال تک میرے پاس رہا۔ایک سال تک اس میں کوئی تغیر نہ ہو۔اس کے چند ایام بعد وہ خود بخود گم ہو گیا۔

☆......☆......☆

حضرت داؤد علیہ السلام کی موت

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ حضرت داؤد علیہ اسلام نہایت شرم و حیا والے تھے۔ جب باہر جاتے تو دروازہ بند کر دیتے تھے۔ایک دن دروازہ بند کر کے نکلے۔

جب واپس آئے اور دروازہ کھولا،تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک شخص کھڑا ہے۔آپ نے پوچھا کہ کون ہے؟ کہا میں وہ شخص ہوں کہ بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور زبان مجھے اندر جانے سے نہیں روک سکتے۔آپ نے فرمایا''قسم خدا کی تم ملک الموت ہو مبارک ہو تم اللہ تعالیٰ کا حکم لائے

ہو۔" یہ کہہ کر اسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی۔

☆......☆......☆

حضور ﷺ کا مرض الموت

روایت کیا عبرانی نے حسین رضی اللہ تعالیٰ سے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس مرض الموت میں جبرائیل علیہ اسلام ذیل دریافت کرنے کے لئے نازل ہوئے اور پوچھا آپ ﷺ کا مزاج کیسا ہے۔ فرمایا اے جبرائیل مرض کی تکلیف زیادہ ہے۔

اس درمیان میں ملک الموت نے دروازے پر آواز دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جبرائیل نے کہا اے محمد ﷺ یہ ملک الموت ہیں۔ آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کسی سے اجازت نہ چاہی اور آپ ﷺ کے بعد بھی کسی سے اجازت نہ چاہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اندر آنے کی اجازت دو۔ جبرائیل نے اجازت دی۔

ملک الموت سامنے آ کر کھڑا ہوا اور کہا۔" اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کی تابعداری کروں۔ پس اگر آپ ﷺ اجازت دیں کہ میں آپ ﷺ کی روح قبض کرلوں تو قبض کروں گا اور اگر اجازت نہ دیں، تو قبض نہ کروں گا۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے ملک الموت کیا تم ایسا کرسکو گے۔" کہا۔"ہاں یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسا ہی حکم دیا ہے۔"

پھر جبرائیل علیہ اسلام نے آپ ﷺ سے کہا۔"یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔" پس فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے۔"اے ملک الموت اللہ کے حکم کی تعمیل کرو۔ ملک الموت نے آپ ﷺ کی روح قبض کی۔"

☆......☆......☆

ملک الموت کے مددگار

فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ) یہاں تک کہ تم میں کسی کی موت آجاتی ہے تو لے لیتے ہیں اس کو ہمارے فرشتے اور یہ زیادتی نہیں کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے ملک الموت کے مددگار فرشتے مراد ہیں۔

اور وہیب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جو فرشتے انسان کے پاس آتے ہیں اور اس کی عمر لکھتے ہیں وہی اس کی روح قبض کرتے ہیں اور بعد قبض کرنے کے ملک الموت کو دیتے ہیں او رملک الموت ان کے سردار ہیں۔

☆......☆......☆

نیک روح کا بلاوا

حضرت قمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ، ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے فلاں ولی کے پاس جاؤ اور اس کی روح لے آؤ۔ میں نے اس کا خوشی میں اور غم میں دونوں میں امتحان لے لیا۔ وہ ایسا ہی نکلا جیسا کہ میں چاہتا تھا اس کو لے آؤ تا کہ دنیا کی مشقتوں سے اس کو راحت مل جائے۔

ملک الموت پانچ سو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اس کے پاس آتے ہیں۔ ان سب کے پاس جنت کے کفن ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ریحان کے گلدستے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک میں بیس رنگ ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں نئی خوشبو ہوتی ہے اور ایک سفید ریشمی رومال میں مہکتا ہوا مشک ہوتا ہے۔

ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور فرشتے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اس کے ہر عضو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں اور یہ مشک والا ہاتھ اس کی تھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں اور جنت کا دروازہ اس کے سامنے کھول دیتے ہیں۔ اس کے دل کو جنت کی نئی نئی چیزوں سے بہلایا جاتا ہے جیسا کہ بچے کو رونے کے وقت اس کے گھر والے مختلف چیزوں سے بہلاتے ہیں۔ کبھی اس کی حوریں سامنے کر دی جاتی ہیں۔ کبھی وہاں کے پھل، کبھی عمدہ عمدہ لباس، غرض مختلف چیزیں اس کے سامنے کی جاتی ہیں۔ اس کی حوریں (بیویاں) خوشی میں کودنے لگتی ہیں (جیسا کہ پنجرے میں جانور نکلنے کو پھدکتا ہے)

اس وقت ملک الموت اس سے کہتا ہے کہ اے مبارک روح چل ایسی بیریوں کی طرف جس میں کانٹا نہیں ہے اور ایسے کیلوں کی طرف جو تو بتو لگے ہوئے ہیں اور ایسے سایہ کی طرف جو نہایت گہرا وسیع ہے اور پانی بہہ رہا ہے۔

(چند منظروں کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک میں سورۃ واقعہ کی اس آیت شریف میں ذکر کی گئی۔ فی سدر محضوده وطلع منضوده وظل محمدوده (الآیۃ ع ا)

اور ملک الموت ایسی نرمی سے بات کرتا ہے جیسا کہ ماں اپنے بچے سے کرتی ہے۔ اس وجہ سے کہ اس کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ روح حق تعالیٰ شانہ، کے ہاں مقرب ہے وہ اس روح کے ساتھ لطف سے پیش آتا ہے تا کہ حق تعالیٰ شانہ، اس فرشتے سے خوش ہوں۔

وہ روح بدن سے اس طرح سہولت سے نکلتی ہے جیسا کہ آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے۔ جب روح نکلتی ہے تو سب فرشتے اس کو سلام کرتے ہیں اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کو قرآن پاک میں

(الذين تتو فهم الملائكة طيبين) (الآیۃ نحل: ع۴)

میں ذکر فرمایا ہے اور اگر وہ مقرب بندوں میں ہوتا ہے تو سورۃ واقعہ میں اس کے متعلق ارشاد ہے۔ فروح و ريحان و جنت نعيم (ع:۳)

پس جس وقت روح بدن سے جدا ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، تجھ کو جزائے خیر دے۔ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی میں جلدی کرنے والا تھا، اس کی نافرمانی میں سستی کرنے والا تھا، تجھے آج کا دن مبارک ہو تو نے خود بھی عذاب سے نجات پائی اور مجھے بھی نجات دی اور یہی مضمون بدن رخصت کے وقت روح سے کہتا ہے۔

اس کی جدائی پر زمین کے وہ حصے روتے ہیں جن پر وہ اکثر عبادت کیا کرتا تھا۔ آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جن سے اس کے اعمال اوپر جایا کرتے تھے اور جن سے اس کا رزق اترا کرتا تھا۔

اس کے بعد پانچ سو فرشتے میت کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور جب نہلانے والے اس کو کروٹ دیتے ہیں تو وہ فرشتے فوراً اس کو کروٹ دینے لگتے ہیں اور جب وہ کفن پہناتے ہیں تو اس سے پہلے وہ فوراً اپنا لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں، جب وہ خوشبو ملتے ہیں، تو وہ فرشتے اس سے پہلے اپنی لائی ہوئی خوشبو مل دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس کے دروازے سے قبر تک دونوں جانب قطار لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے جنازہ کو دعا اور استغفار کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر شیطان اس قدر زور سے روتا ہے کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور اپنے لشکروں سے کہتا ہے۔ تمہارا ناس ہو جائے یہ تم سے کس طرح چھوٹ گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ معصوم تھا۔

اس کے بعد۔ جب حضرت ملک الموت علیہ السلام اس کی روح لے کر اوپر جاتے ہیں تو وہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ یہ فرشتے اس کو

حق تعالیٰ شانہ کی طرف بشارتیں دیتے ہیں۔اس کے بعد جب ملک الموت علیہ السلام اس کو عرش تک لے جاتے ہیں تو وہاں پہنچ کر وہ روح سجدہ میں گر جاتی ہے۔حق تعالیٰ شانہ، کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو سدر مخضود دو طلح منضود (الآیۃ واقعہ:ع۱) میں پہنچا دو۔

☆......☆......☆

بدروح کی طلبی

حق تعالیٰ شانہ، ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے دشمن کے پاس جاؤ اور اس کی جان نکال لاؤ۔ میں نے اس پر ہر قسم کی فراخی رکھی۔اپنی نعمتیں (دنیا میں چاروں طرف سے) اس پر لاد دیں، مگر وہ میری نافرمانی سے باز نہ آیا۔لاؤ آج اس کو سزا دوں۔

ملک الموت نہایت تکلیف دہ صورت میں اس کے پاس آتے ہیں۔اس صورت سے کہ بارہ آنکھیں ان میں ہوتی ہے۔ان کے پاس ایک گرز (لوہے کا موٹا سا ڈنڈا) جہنم کی آگ کا بنا ہوا ہوتا ہے جس میں کانٹے لگے ہوتے ہیں۔

ان کے ساتھ پانچ سو فرشتے جن کے ساتھ تانبہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اور ہاتھوں میں جہنم کی آگ کے بڑے بڑے انگارے اور آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جو دہکتے ہوئے ہوتے ہیں۔

ملک الموت آتے ہی وہ گرز اس پر مارتے ہیں جس کے کانٹے اس کے ہر رگ وپے میں گھس جاتے ہیں پھر وہ اس کو کھینچتے ہیں اور باقی فرشتے ان کوڑوں سے اس کے منہ کو اور شریر کو مارنا شروع کر دیتے ہیں۔جس سے وہ مردہ غش کھانے لگتا ہے۔وہ اس کی روح کو پاؤں کی انگلیوں سے نکال کر ایڑی میں روک دیتے ہیں اور پٹائی کرتے رہتے ہیں۔پھر ایڑی سے نکال کر گھٹنوں میں روک دیتے ہیں، پھر وہاں سے نکال کر (اور جگہ جگہ اس لئے روکتے ہیں تاکہ دیر تک تکلیف پہنچائی جائے) پیٹ میں روک دیتے ہیں اور وہاں سے کھینچ کر سینے میں روک دیتے ہیں۔

پھر فرشتے اس تانبہ کو اور جہنم کے انگاروں کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ اسلام کہتے ہیں اے ملعون روح نکل اور اس جہنم کی طرف چل جس کی صفت (قرآن پاک سورۂ واقعہ ۲ میں) فی سموم وحمیم الآیۃ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ آگ میں دور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا (بلکہ

نہایت تکلیف دینے والا ہوگا)

پھر جب اس کی روح بدن سے رخصت ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، مجھے برابدلہ دے تو مجھے اللہ کی نافرمانی میں جلدی لے جاتا تھا اور اس کی اطاعت میں سستی کرتا تھا تو خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی ہلاک کیا اور یہی مضمون بدن روح سے کہتا ہے اور زمین کے وہ حصے جن پر وہ اللہ کے گناہ کیا کرتا تھا اس پر لعنت کرتے ہیں اور شیطان کے لشکر دوڑے ہوئے اپنے سردار ابلیس کے پاس جا کر خوشخبری سناتے ہیں کہ ایک آدمی کو جہنم تک پہنچا دیا۔

☆......☆......☆

بنا تکلیف روح نکلنا

ابوالشعثا جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ملک الموت بغیر دکھ درد کے روح قبض کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے بیماریوں کو مقرر کر دیا۔ لوگ موت کو بیماری کی طرف منسوب کرنے لگے اور ملک الموت کو بھول گئے۔ (مروزی، ابن ابی الدنیا ابوالشیخ)

☆......☆......☆

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ملک الموت لوگوں کے پاس آتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، تو انہوں نے تھپڑ مار دیا۔ جس سے ملک الموت کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ ملک الموت نے بارگاہ الٰہی میں شکایت کی۔ الٰہی تیرے بندے موسیٰ علیہ السلام نے میری آنکھ پھوڑ دی اور اگر وہ آپ کے نزدیک مکرم و محترم نہ ہوتے تو میں بھی ان کی آنکھ پھوڑ دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔ تم میرے بندے کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ وہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی کھال پر رکھ دیں۔ ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال ہوں گے۔ ہر بال کے عوض ایک سال کی عمر بڑھا دوں گا۔ ملک الموت نے اللہ رب العزت کا یہ پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا جب موت آنی ہی ہے تو ابھی سہی۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک سیب دیا، جس کو انہوں نے سونگھنا شروع کیا اور ملک

الموت نے ان کی روح قبض کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ کو درست کر دیا۔ اس کے بعد ملک الموت لوگوں کے پاس پوشیدہ طور پر آنے لگے (امام احمد، بزار حاکم صحیح)

☆......☆......☆

روح اور کالا فرشتہ

داؤد بن ابی ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہیں کہ میں سخت بیمار پڑا۔ اسی حالت میں دیکھا کہ ایک بڑا سر اور پر گوشت مونڈھے والا شخص نمودار ہوا۔ وہ سوڈانیوں کا ہمشکل تھا۔ میں نے اس کو دیکھ کر انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ میری روح قبض کرے گا۔ لیکن میں کافر تو نہیں ہوں کہ یہ کالا فرشتہ میری روح قبض کرے کیونکہ میں نے سنا تھا کافر کی روح کو کالا فرشتہ قبض کرتا ہے۔ اسی حیرت کے عالم میں گھر کی چھت کے ٹوٹنے کی آواز میں نے سنی، پھر چھت بالکل کھل گئی اور آسمان نظر آنے لگا۔

آسمان سے دو فرشتے سفید پوش اترے اور دونوں نے ڈانٹ کر کالے شخص کو بھگا دیا۔ کالا شخص دور ہٹ کر مجھے دیکھنے لگا اور وہ دونوں فرشتے اس کو ڈانتے رہے۔ پھر ان سفید پوش فرشتوں میں سے ایک میرے سراہنے اور دوسرا پاؤں کی جانب بیٹھا۔ سراہنے والے نے پاؤں کی طرف بیٹھنے والے سے کہا۔ تو اس کے پیروں کو چھو کر معلوم کر؟ چنانچہ اس نے میرے پیروں کو چھو کر کہا۔ یہ ان پیروں سے نماز کی طرف چل کر جایا کرتا تھا۔ پھر پاؤں والے فرشتے نے سرہانے والے سے منہ کو چھونے کو کہا۔ اس نے میرے کو چھو کر کہا کہ یہ منہ اللہ کی یاد سے تر و تازہ ہے۔

☆......☆......☆

اللہ اکبر

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک بھتیجا جس کا نام ماجن تھا، شدید بیمار ہوا۔ ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ شاید اس کی غلطیوں کی وجہ سے بیماری میں اس کی عیادت نہ کی، لیکن جب نزع کا وقت ہوا تو ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں محبت و شفقت نے جوش مارا۔ انہوں نے کہا یہ میرے عزیز بھائی کا بیٹا ہے۔ اب اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔ عیادت کرنی ضروری ہے، چنانچہ اس رات ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھتیجے کے پاس رات بھر بیٹھے رہے۔

اسی رات کا واقعہ ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو کالے آدمی دو ہتھوڑے لئے نمودار ہوئے۔ پھر دو فرشتے گھر کی چھت سے اترتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نے ان کی آواز سنی کہ ایک فرشتہ دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ تو اس مریض کے پاس جا کر معلوم کر کے اس کے پاس کوئی نیکی بھی ہے کہ نہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک فرشتہ میرے بھتیجے کے پاس آیا اور اس کے سر، پیٹ اور پاؤں کو سونگھا، پھر واپس جا کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔ میں نے سر کو سونگھا اس میں قرآن نہیں پایا۔ اس کے پیٹ کو سونگھا تو اس میں روزہ کا نام و نشان نہ ملا اور اس کے پاؤں کو سونگھا، تو ایک رات بھی عبادت کے لئے کھڑے رہنے کا کوئی اثر نہ پایا۔ اس کے بعد دوسرا فرشتہ آیا اور اس نے اس کا سر، پیٹ ہتھیلی اور پاؤں کو سونگھا، پھر میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو محمد ﷺ کی امت میں لکھا ہے، لیکن امت محمدیہ ﷺ کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت بھی اس میں نہیں پائی جاتی۔

پھر اس حیرت کے عالم میں اس فرشتے نے میرے بھتیجے کا منہ کھول کر اس کی زبان کی نوک کو نچوڑا۔ ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے فرشتہ کو اللہ اکبر کہتے ہوئے سنا۔ نیز میں نے اس کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ میں نے اس کی زبان کی نوک پر ایک تکبیر پائی۔ یہ تکبیر اس نے روم کے شہر انطاکیہ میں بڑے اخلاص سے کہی تھی۔ زبان نچوڑنے کے بعد مشک کی خوشبو پھیل گئی اور اس وقت میرے بھتیجے کی روح قبض ہو گئی۔ ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب فرشتہ روح قبض کر کے چلا تو اس نے دروازے پر کھڑے ہوئے دونوں سیام فام آدمیوں سے کہا۔ تم دونوں لوٹ جاؤ۔ اس میت پر اب تمہارا کوئی قابو نہیں ہے۔

☆......☆......☆

سو افراد کے قاتل کی روح کا نکلنا

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا۔ بنی اسرائیل میں ایک بڑا گناہ گار شخص تھا، اس نے ستانوے ۹۷ انسانوں کو قتل کیا تھا۔ جب اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، تو ایک راہب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے راہب میں نے کوئی برائی نہیں چھوڑی ہے، یہاں تک کہ میں نے ستانوے انسانوں کا ناحق قتل کیا ہے۔ کیا میرے لئے توبہ کی کوئی راہ نکل سکتی ہے اور توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا اب تیرے لئے معافی کی کوئی صورت نہیں ہے یہ سن کر وہ شخص بڑا مایوس ہوا، ور اس راہب کو بھی قتل کر کے چلا گیا۔

جاتے جاتے ایک دوسرے راہب کے پاس پہنچا اور اپنی سابقہ تمام برائیوں کا ذکر کر کے توبہ کی صورت دریافت کی۔ دوسرے راہب نے بھی اس کو نفی میں جواب دیا، چنانچہ مایوسی کے عالم میں اس نے دوسرے راہب کو بھی قتل کر دیا اور آگے بڑھا۔ ایک تیسرے راہب کے پاس گیا اور اس سے بھی اسی طرح اپنے گناہوں کا ذکر کیا اور توبہ کی راہ دریافت کی۔ تیسرے راہب نے بھی اس کو یہی جواب دیا۔ اب توبہ کی کوئی صورت نہیں، یہ سن کر اس نے تیسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اب اس قاتل کے مقتولین کی تعداد ایک سو ہو گئی۔

اس کے بعد ایک چوتھے راہب کے پاس آیا اور اس سے اپنے جرائم کا ذکر کر کے توبہ کی صورت دریافت کی۔ اس راہب نے کہا کہ اگر میں یہ جواب دوں کہ جو شخص اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے اللہ اس کی طرف رجوع نہیں ہوتا تو یہ جھوٹ ہو گا، اس لئے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو اب توبہ کر اور پھر اپنے اعمال درست کرنے کے لئے فلاں مقام کے ذیر میں جا کر وہاں کے عابدوں کے ساتھ اللہ کی عبادت کر۔

راہب کی یہ بات سن کر اس کو امید بندھی اور اس نے توبہ کر کے اس ذیر کی راہ لی۔ جب وہ درمیانی راستہ تک پہنچا، تو اللہ نے اپنے فرشتہ کو حکم دیا اور اس کی روح ہیں راستہ میں قبض کر لی گئی۔

☆......☆......☆

موت کے بعد اقرباء سے ملاقات

ابو نعیم نے بیان کیا جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید بیمار ہوئے تو ان پر سخت گھبراہٹ طاری ہوئی۔ اسی وقت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آ کر کہنے لگے۔ اے بھائی تمہاری گھبراہٹ شاید اس لئے ہے کہ تمہاری روح تمہارے جسم سے جدا ہو رہی ہے اور تم موت کی جانب جا رہے ہو۔ اگر اسی لئے گھبرا رہے ہو تو سن لو تم مرنے کے بعد اپنے ماں باپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملو گے۔

اپنے نانا حضرت محمد ﷺ اور نانی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دیدار حاصل ہو گا۔ اپنے چچا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اپنے ماموں قاسم و طیب مطہر و ابراہیم علیہ السلام کا شرف ملاقات حاصل ہو گا اور اپنی خالاؤں رقیہ و کلثوم و زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مل کر خوش ہو گے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا

کہ مرتے ہی ان لوگوں سے ملاقات ہونے والی ہے، تو ان کی گھبراہٹ دور ہوگئی۔
(ابن عساکر)

☆......☆......☆

شہید کی روح سے باتیں

حضرت لیث بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ملک شام کا ایک آدمی شہید ہوگیا۔ شہادت کے بعد اس کا باپ جو کہ زندہ تھا ہر جمعہ کی رات کو خواب میں اپنے شہید بیٹے سے ملتا اور باتیں کر کے غم غلط کرتا۔

ایک جمعہ کی رات ایسا ہوا کہ باپ نے اپنے بیٹے کو نہیں دیکھا، پھر اس کے بعد والے جمعہ کی رات میں باپ نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا، پھر شکایت کی بیٹے تو ایک ہفتہ مجھ سے غائب رہا جس سے مجھ کو تکلیف ہوئی۔

بیٹے نے کہا کہ گزشتہ جمعہ کی رات میں اس لئے نہ آسکا کہ ہم تمام شہیدوں کو حکم ہوا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی آمد آمد ہے۔ تمام لوگ ان کا استقبال کریں اور ان سے ملاقات کریں۔ میں ان سے ملاقات کرنے کے لئے رک گیا تھا۔

جس رات کا یہ واقعہ ہے اسی رات حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تھا اور ان کے اعزاز میں شہیدوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اس نیک بندے سے ملاقات کریں۔

☆......☆......☆

مومن اور کافر کی روح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں کالی ہوتی ہیں، جن میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا کہتا ہے ان صاحب کے بارے میں (جو تمہاری طرف بھیجے گئے) وہ اگر مومن ہے، تو جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر وہ دونوں کہتے ہیں کہ

ہم تو جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا۔

پھر اس کی قبر ستر ہاتھ مربع کشادہ کر دی جاتی ہے پھر منور کر دی جاتی ہے پھر اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ (اب تو) سو جا۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں کو (اپنا حال) بتانے کے لئے جاتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ (یہاں آ کر جانے کا قانون نہیں ہے) تو سو جا جیسا کہ دلہن سوتی ہے، جسے اس کا اللہ اسے قیامت کے روز اس جگہ سے اٹھائے گا۔

اور اگر مرنے والا منافق (یا کافر) ہوتا ہے تو وہ منکر نکیر کو جواب دیتا ہے کہ میں نے جو لوگوں کو کہتے سنا وہی کہا (اس سے زیادہ میں نہیں جانتا) وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو خوب جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کو بھینچ ...۔ چنانچہ زمین اسے بھینچ دیتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر چلی جاتی ہیں۔ پھر وہ قبر کے اندر عذاب ہی میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ (قیامت کو) خدا اسے وہاں سے اٹھائے گا۔

☆......☆......☆

مومن روح کا مومن روحوں سے ملنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب فرشتے مومن کی روح کو لے کر (ان) مومنین کی ارواح کے پاس جاتے ہیں (جو پہلے سے جا چکے ہیں) تو وہ ارواح اس کے پہنچنے پر ایسی خوش ہوتی ہیں کہ (اس دنیا میں) تم بھی اپنے کسی غائب کے آنے پر اتنا خوش نہیں ہوتے۔

پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ فلاں کا کیا حال ہے؟ پھر وہ (خود ہی آپس میں) کہتے ہیں کہ اچھا ابھی ٹھہرو پھر پوچھ لینا۔ چھوڑ دو ذرا آرام کرنے دو۔ چونکہ دنیا کے غم میں مبتلا تھا پھر (وہ بتانے لگتا ہے کہ فلاں اس طرح ہے اور فلاں اس طرح ہے اور وہ کس شخص کے بارے میں کہتا ہے جو اس سے پہلے مر چکا تھا کہ وہ تو مر گیا۔ کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ یہ سن کر وہ کہتے ہیں کہ (جب وہ دنیا سے آ گیا اور ہمارے پاس نہیں آیا تو) ضرور اس کو دوزخ میں پہنچا دیا گیا۔

تین کھوپڑیاں

ایک مجوسی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس

تین مردہ سروں کی کھوپڑیاں تھیں۔اس نے کہا کہ اے عمر! تمہارے صاحب (پیغمبر ﷺ) فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین پر مرے گا، وہ آگ میں جلایا جائے گا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

بے شک ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا فرمان صحیح ہے۔یہ سن کر مجوسی نے تینوں سر نکالے اور کہا یہ سر میرے باپ کا ہے۔یہ سر میری ماں کا ہے اور یہ سر میری بہن کا ہے۔یہ تینوں مجوسی دین پر مرے ہیں۔میں اپنا ہاتھ ان کھوپڑیوں پر رکھتا ہوں، تو مجھے گرمی محسوس نہیں ہوتی۔(یعنی تمہارے پیغمبر کے قول کے مطابق ان کھوپڑیوں کو گرم ہونا چاہئے کیونکہ یہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خادم کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجوسی سے کہا اچھا اب تو ذرا اپنے اعتراض کو دہرا دے۔اس نے اعتراض کو دہرایا۔اعتراض سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لوہا اور ایک پتھر منگوایا۔

جب حاضر کیا گیا، تو آپؓ نے مجوسی سے کہا کہ تو اس لوہے اور پتھر پر ہاتھ رکھ کر بتا کہ گرم ہے یا سرد۔مجوسی نے ہاتھ رکھ کر کہا۔یہ تو سرد ہیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر فرمایا: اچھا تو لوہے کو پتھر پر مار۔

جب مجوسی نے لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں سے چنگاری نکل پڑی۔اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجوسی کو مخاطب کر کے فرمایا جس طرح اللہ نے اپنی قدرت سے ٹھنڈے پتھر اور لوہے کے درمیان آگ پیدا کر دی ہے، اسی طرح وہ اس چیز پر بھی قادر ہے کہ جن کھوپڑیوں میں تجھ کو گرمی محسوس نہیں ہوتی ان کے اندر گرمی پیدا کر دی ہو اور تجھے محسوس و معلوم نہ ہو رہی ہو۔یہ کھوپڑیاں جن کو سرد محسوس کر رہا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ اس طرح آگ پر پیش کرتا ہے کہ تو اس کی گرمی محسوس نہیں کر سکتا، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ میں جلتی رہتی ہیں۔یہ بات سن کر مجوسی لا جواب ہو گیا۔

☆......☆......☆

کھوپڑی سے روح اللہ کی گفتگو

ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جا رہے تھے۔راستے میں کسی مردے کی ایک کھوپڑی نظر آئی۔آپ کے ساتھیوں نے

درخواست کی کہ اے روح اللہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس کھوپڑی کو قوت گویائی عطا فرما دے اور یہ کھوپڑی گزرے ہوئے عجیب واقعات ہم کو سنا دے۔ اس سے ہم کو عبرت حاصل ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ آپ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور کھوپڑی بول اٹھی، کہ اے روح اللہ پوچھئے کیا پوچھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں آپ کی باتوں کا جواب دوں۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا تو اس زمین میں کون سی شخصیت رکھتا تھا۔ کھوپڑی نے جواب دیا۔ میں اس زمین کا بادشاہ تھا ہزار برس زندہ رہا ہزار اولاد مجھ سے ہوئی، ہزار شہر فتح کئے، ہزار لشکروں کو شکست دی اور ہزار بادشاہوں کو قتل کیا۔ بالآخر اس فاتحہ زمانہ کو موت آئی۔ میں نے اچھی طرح معلوم کرلیا کہ زہد و تقویٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور حرص و طمع میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر راضی رہنے میں سب سے بڑی عزت ہے (مختصر پیش)

☆......☆......☆

روح اور جسم کا جھگڑا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں روح جسم سے جھگڑا کرے گی اور کہے گی، تو نے سب کچھ کیا ہے اور جسم کہے گا تو نے حکم دیا۔ تو نے جس چیز کو اچھا بنا کر دکھایا، میں نے کیا۔ اس لڑائی کے فیصلے کے لئے اللہ ایک فرشتے کو بھیجے گا جو کہے گا کہ تم دونوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک اپاہج نے اندھے سے کہا۔ میں نے ایک پھل دیکھا، مگر میں وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ پھر اندھے نے کہا تو میرے اوپر سوار ہوجا اور پھل توڑ لے، چنانچہ اپاہج اندھے پر سوار ہوگیا اور اس نے پھلوں کو توڑ لیا۔

یہ مثال دے کر فرشتہ روح اور جسم سے کہے گا کہ بتاؤ ان دونوں آدمیوں میں سے کون شخص حد سے تجاوز کرنے والا ہے؟ روح و جسم کہیں گے کہ دونوں ہی برابر ہیں۔ اس پر فرشتہ کہے گا تم دونوں نے اپنی جانوں کو حکم دیا اور جسم روح کے لئے مثل سواری کے ہے اور روح اس پر سوار ہے (ابن مندہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفوع روایت بیان کی کہ روح و جسم قیامت کے دن جھگڑا کریں گے۔ جسم کہے گا میں تو کھجور کے تنے کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اگر روح نہ ہوتی تو میں نہ ہاتھ ہلا

سکتا نہ پاؤں۔اس کے بعد مذکورہ بالا روح و جسد کی مثال اپاہج اور اندھے کی بیان فرما کر روح و جسم دونوں کو شریک کار کرلیا جائے گا (دار قطنی ۔زدائدزہد)

☆......☆......☆

روح کے ہمسفر

روایت ہے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جنازہ کے ساتھ جانے والوں پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے۔ جب لوگ میت کو دفن کر کے لوٹتے ہیں تو وہ فرشتہ قبر سے ایک مٹھی مٹی لے کر ان کی طرف پھینکتا ہے اور کہتا ہے تم لوگ اپنی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ، اللہ تمہاری میت کو تمہارے دل سے بھلا دے۔

اب یہ لوگ اپنی میت کو بھول جاتے ہیں اور اپنے دنیاوی کام میں لگ جاتے ہیں گویا کہ میت ان لوگوں میں سے نہ تھی اور نہ یہ لوگ میت کے تھے۔اس کو مسند الفردوس میں روایت کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے قبرستان میں ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جب میت کو دفن کر کے لوٹتے ہیں، تو قبر کی ایک مٹھی مٹی لے کر فرشتہ ان کی طرف پھینکتا ہے۔اور کہتا ہے تم لوگ اپنی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی میت کو بھول جاؤ۔

☆......☆......☆

نیک روح کی خصوصیات

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے۔راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ وجلال حشم و خدم کے ساتھ جا رہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دیکھا تو آواز دے کر فرمایا کہ اے باندی تجھے تیرا مالک فروخت کرتا ہے یا نہیں؟

وہ باندی اس فقرہ کو سن کر (حیران رہ گئی) کہنے لگی کیا کہا، پھر کہو۔انہوں نے پھر ارشاد فرمایا۔اس نے کہا اگر وہ فروخت ہی کرے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید سکتا ہے۔فرمانے لگے ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہوں۔وہ باندی یہ سن کر ہنس پڑی اور اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے چلو (ذرا مذاق ہی رہے گا) خدام نے پکڑ کر ساتھ لے لیا۔

وہ جب گھر واپس پہنچی تو اس نے اپنے آقا سے یہ قصہ سنایا۔ وہ بھی سن کر بہت ہنسا اور ان کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا۔ یہ سامنے پیش کئے گئے تو اس کے آقا کے دل پر ایک ہیبت سی ان کی چھا گئی۔ وہ کہنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں؟

انہوں نے کہا کہ تو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ اس نے کہا آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں؟ حضرت مولکؒ نے فرمایا میرے نزدیک اس کی قیمت کھجور کی دو گٹھلیاں ہیں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ اس نے پوچھا تم نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی؟ انہوں نے فرمایا اس میں عیب بہت ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں؟

فرمانے لگے اگر عطر نہ لگائے تو بدن سے بدبو آنے لگے۔ اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ سے سڑانڈ آنے لگے۔ اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو وہ پریشان حال ہو جائیں، جوئیں ان میں پڑ جائیں (اور سر میں سے بو آنے لگے) ذرا عمر زیادہ ہو جائے گی تو بوڑھی بن جائے گی (منہ لگانے کے قابل بھی نہ رہے گی) حیض اس کو آتا ہے۔ پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں (تھوک، سنک، دال، ناک کے چوہے وغیرہ) اس میں سے نکلتے رہتے ہیں۔ غم و رنج مصیبتیں اس کو پیش آتی رہتی ہیں۔

خودغرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت ظاہر کرتی ہے۔ محض اپنی راحت و آرام کی وجہ سے تجھ سے الفت جتاتی ہے۔ (آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے، ساری محبت ختم ہو جائے) انتہائی بیوفا کوئی قول قرار پورا نہ کرے۔ اس کی ساری محبت جھوٹی ہے۔ کل کو تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی تو اس سے بھی ایسی محبت کے دعوے کرنے لگے گی۔

میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس سے نہایت کم قیمت ہے۔ وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے۔ مشک اور زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے۔ اس پر موتی اور نور لپیٹا گیا ہے۔ اگر تمہارے پانی میں اس کا آپ دہن ڈال دیا جائے، تو وہ میٹھا ہو جائے اور مردہ سے اگر وہ بات کرے تو وہ زندہ ہو جائے، اگر اس کی کلائی آفتاب کے سامنے کر دی جائے تو آفتاب بے نور ہو جائے۔ گہن ہو جائے۔

اگر وہ اندھیرے میں آ جائے تو سارا گھر روشن ہو جائے، چمک جائے، اس باندی نے مشک و زعفران کی بانہوں میں پرورش پائی ہے، یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے، تسنیم جو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے، کا پانی پیتی ہے۔ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی، اپنی محبت کو نہیں بدلتی (ہرجائی نہیں ہے) اب تم ہی بتاؤ

کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کون سی باندی زیادہ موزوں ہے۔سب نے کہا وہی باندی جس کی آپ نے خبر دی۔

آپ نے فرمایا اس باندی کی قیمت ہر وقت، ہر زمانہ میں ہر شخص کے پاس موجود ہے لوگوں نے پوچھا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا اتنی بڑی اہم اور عالیشان چیز کے خریدنے کے لئے بہت معمولی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا وقت فارغ کر کے صرف اللہ جل شانہ، کے لئے کم از کم دو رکعت تہجد کی پڑھ لی جائیں اور جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کر لو اور اللہ جل شانہ، کی رضا کو اپنی خواہشات پر غالب کر دو۔

راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز کانٹا اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو اس کو ہٹا دو، دنیا کی زندگی کو معمولی اخراجات کے ساتھ پورا کرو، اور اپنا فکر و غم اس دھوکہ کے گھر سے ہٹا کر ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف لگا دو۔ان چیزوں پر اہتمام کرنے لئے تم دنیا میں عزت کی زندگی گزار دو گے، آخرت میں بے فکر اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پہنچو گے اور جنت جو نعمتوں کا گھر ہے اس میں اللہ جل شانہ، رب العزت کے پڑوس میں ہمیشہ رہو گے۔

اس باندی کے آقا نے باندی سے خطاب کر کے پوچھا کہ تو نے شیخ کی باتیں سن لیں۔یہ سچ ہیں یا نہیں؟ باندی نے کہا بالکل سچ ہیں۔شیخ نے بڑی نصیحت اور خیر خواہی اور بھلائی کی بات بتائی ہے۔آقا نے کہا کہ اچھا تو تو اب آزاد ہے اور اتنا سامان تیری نذر ہے اور اپنے سب غلاموں سے کہا کہ تم بھی سب آزاد ہو اور میرے مال میں سے اتنا اتنا مال تمہاری نذر ہے اور میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اس میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور گھر کے دروازے پر ایک موٹے سے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا اس نے اتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا۔اور اپنا سارا لباس فاخرہ اتار کر صدقہ کر دیا۔

اس باندی نے کہا کہ میرے آقا تمہارے بعد میرے لئے بھی یہ زندگی اب خوشگوار نہیں ہے اور اس نے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن کر اپنا سارا زیب و زینت کا لباس اور سارا مال و متاع صدقہ کر کے آقا کے ساتھ ہی ہولی اور مالک بین دینار ان کو دعائیں دیتے ہوئے ان سے رخصت ہو گئے اور وہ دونوں اس عیش و عشرت کو طلاق دے کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔غفر اللہ لنا و لہم۔

☆......☆......☆

ملک الموت کی دستک

ایک شخص نے بہت سا مال جمع کیا تھا اور کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے یہاں نہ منگائی ہو اور ایک بہت بڑا عالی شان محل تیار کیا جس کے دروازے تھے۔ ان پر غلام محافظ مقرر کئے اور مکان کی تیاری کی، بہت بڑی دعوت کی جس میں اپنے سب عزیز واحباب کو جمع کیا اور ایک بڑے عالی شان تخت پر ایک ٹانگ کھڑی کر کے دوسری ٹانگ اس پر رکھے بیٹھا تھا۔

لوگ کھانا کھا رہے تھے اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ اتنا جمع ہو گیا ہے کہ کئی سال تو اب خریدنا نہ پڑے گا۔ یہ خیال دل میں گزر ہی رہا تھا کہ ایک فقیر پھٹے کپڑے گردن میں (فقیروں جیسا) جھولا پڑا ہوا۔ وہ دروازے پر آیا اور اس زور سے کواڑوں کو پیٹنا شروع کیا کہ اس کے تخت تک آواز پہنچی۔ غلام دوڑے ہوئے باہر آئے کہ یہ کون نامعقول ہے۔ اس سے جا کر پوچھا کہ کیا بات ہے۔

اس فقیر نے کہا کہ اپنے سردار کو میرے پاس بھیج دو۔ غلاموں نے کہا کہ ہمارے آقا تجھ جیسے فقیر کے پاس آئیں گے؟ اس نے کہا ضرور آئیں گے، اسے جا کر کہہ دو۔ وہ آقا کے پاس گئے اور اس سے قصہ سنایا۔ اس نے کہا تم نے اس کو مزہ نہ چکھایا۔ اتنے میں اس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے کواڑوں کو پیٹا جس پر دربان دوڑے ہوئے پھر دروازے پر آئے تو اس فقیر نے کہا کہ اس اپنے آقا سے کہہ دو کہ میں ملک الموت ہوں۔ یہ سن کر ان کے ہوش اڑ گئے اور آقا سے جا کر کہا۔ اس پر بھی مٹی چھوٹ گئی اور بہت عاجزی سے کہنے لگا کہ اس سے یہ کہہ دو کہ میرے فدیہ میں کسی دوسرے کو قبول کر لے۔ اتنے میں یہ فقیر اندر پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ تجھے جو کچھ کرنا ہے کر لے۔ میں تیری روح قبض کئے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔

اس نے اپنا سب مال جمع کرایا اور مال سے کہنے لگا کہ اللہ کی تجھ پر لعنت ہو کہ تو نے اور تیری مشغولی نے مجھے اپنے مولیٰ کی عبادت سے روک دیا اور اتنا وقت نہ دیا کہ میں کسی وقت یکسوئی سے اللہ تعالیٰ شانہ، کو یاد کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مال کو گویائی عطا کی۔ اس نے کہا مجھے لعنت کیوں کرتا ہے۔ میری ہی وجہ سے تو بڑے بڑے بادشاہوں تک ایسے وقت پہنچ جاتا تھا جب کہ نیک لوگ ان کے دروازے سے ہٹا دیئے جاتے تھے۔ میری ہی وجہ سے تو نازک نازک عورتوں کی لذتیں حاصل کرتا تھا۔ میری ہی وجہ سے تو بادشاہوں کی طرح رہتا تھا، تو مجھے برائی کے موقعوں میں خرچ کرتا تھا اور میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اگر تو مجھے خیر کے مواقع میں خرچ کرتا تو میں

تیرے کام آتا۔ اس کے بعد ملک الموت نے ایک دم اس کی روح قبض کر لی۔

☆......☆......☆

عیاش رئیس کی توبہ

محمد بن سماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنوامیہ کے لوگوں میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان الہاشمی بہت ہی ناز پروردہ رئیس تھا۔ دل کی خواہشات پوری کرنے میں ہر وقت منہمک رہتا۔ کھانے میں، پینے میں، لباس میں، لہو واجب میں، خواہشات اور لذات کی ہر نوع میں انہی درجہ پر تھا۔ لڑکے لڑکیوں میں ہر وقت منہمک رہتا، نہ اس کو کوئی غم تھا نہ فکر۔ خود بھی نہایت ہی حسین چاند کے ٹکڑے کی طرح سے تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ، کی ہر نوع کی دینوی نعمت اس پر پوری تھی۔ اس کی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی، جو ساری کی ساری اسی لہب ولعب میں خرچ ہوتی تھی۔

ایک اونچا بالا خانہ تھا جس میں کئی کھڑکیاں تو شارع عام کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ راستہ چلنے والوں کے نظارے کرتا اور کھڑکیاں دوسری جانب باغ کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ باغ کی ہوائیں کھاتا، خوشبوئیں سونگھتا، اس بالا خانہ میں ایک ہاتھی دانت کا قبہ تھا جو چاندی کے میخوں سے جڑا ہوا تھا اور سونے کا اس پر جھول تھا۔ اس کے اندر ایک تخت تھا جس پر موتیوں کی چادر تھی اور اس ہاشمی کے سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ تھا۔ اس قبہ میں اس کے یار احباب جمع رہتے۔ خدام ادب سے پیچھے کھڑے رہتے، سامنے ناچنے گانے والیاں قبہ سے باہر مجتمع رہتیں۔

جب گانا سننے کو دل چاہتا، وہ ستار کی طرف ایک نظر اٹھاتا اور سب حاضر ہو جائیں اور جب بند کرنا چاہتا ہاتھ سے ستار کی طرف اشارہ کر دیتا، گانا بند ہو جاتا۔ رات کو ہمیشہ جب تک نیند نہ آتی یہی شغل رہتا۔ اور جب (شراب کے نشہ سے) اس کی عقل جاتی رہتی۔ یاران مجلس اٹھ کر چلے جاتے وہ جس لڑکی کو چاہتا پکڑ لیتا اور رات بھر اس کے ساتھ خلوت کرتا۔ صبح کو وہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول ہو جاتا۔ اس کے سامنے کوئی رنج وغم کی بات کسی کی موت، کسی کی بیماری کا تذکرہ بالکل نہ آتا۔ اس کی مجلس میں ہر وقت ہنسی اور خوشی کی باتیں ہنسانے والے قصے اور اسی قسم کے تذکرے رہتے۔ ہر دن نئی نئی خوشبوئیں جو اس زمانہ میں نہیں ملتیں، وہ روزانہ اس کی مجلس میں آتیں۔ عمدہ عمدہ خوشبوؤں کے گلدستے وغیرہ حاضر کئے جاتے۔ اسی حالت میں اس کے ستائیس برس

گزرے۔

ایک رات حسب معمول وہ قبہ میں تھا۔ دفعتاً اس کے کانوں میں ایک سریلی آواز پڑی جو اس کے گانے والوں کی آواز سے بالکل جدا تھی، لیکن بڑی دلکش تھی۔ اس آواز نے کان میں پڑتے ہی اس کو بے چین سا کر دیا۔ اپنے گانے والیوں کو بند کر دیا اور قبہ کی کھڑکی سے باہر سر نکال کر اس آواز کو سننے لگا۔ وہ آواز کبھی کان میں پڑ جاتی کبھی بند ہو جاتی۔

اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ یہ آواز جس شخص کی آ رہی ہے اس کو پکڑ کر لاؤ۔ شراب کا دور چل رہا تھا۔ خدام جلدی سے اس آواز کی طرف دوڑے۔ مسجد میں پہنچے جہاں ایک، جوان نہایت ضعیف بدن، زرد رنگت گردن، سوکھی ہوئی، ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی، بال پراگندہ، پیٹ کمر سے لگا ہوا، دو ایسی چھوٹی چھوٹی لنگیاں اس کے بدن پر کہ ان سے کم میں بدن ڈھک سکے۔ مسجد میں کھڑا اپنے رب کے ساتھ مشغول تلاوت ہے۔

یہ لوگ اس کو پکڑ کر لے گئے نہ اس سے کچھ کہا نہ بتایا۔ ایک دم اس کو مسجد سے نکال کر وہاں بالا خانہ پر لے جا کر اس کے سامنے پیش کر دیا کہ حضور یہ حاضر ہے، وہ شراب کے نشہ میں کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ وہی شخص ہے جس کی آواز آپ نے سنی تھی۔ اس نے پوچھا کہ تم اس کو کہاں سے لائے ہو۔ وہ کہنے لگے حضور مسجد میں تھا، کھڑا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ اس رئیس نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔

اس نے اعوذ باللہ پڑھ کر یہ آیتیں بتائیں۔ ترجمہ: بے شک نیک لوگ (جنت کی) بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (جنت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے۔ اے مخاطب تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی، سرسبزی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کے لئے خالص شراب سربمہر جس میں پر مشک کی مہر ہوگی (ایک دوسرے پر) حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیزوں پر حرص کرنا چاہئے (کہ یہ نعمتیں کسی کو زیادہ ملتی ہیں اور ان کا ملنا اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے ان اعمال میں حرص کرنا چاہئے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی (شراب میں کوئی چیز ملائی جاتی ہے تو اس سے اس کا جوش زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ تسنیم جنت کا ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پانی پیتے ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملے گا اور نیک لوگوں کی شراب میں اس میں سے تھوڑا سا ملا دیا جائے گا) (سورۃ تطفیف)

اس کے بعد اس فقیر نے کہا۔ ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے تیرے اس محل کو، تیرے اس

بالاخانہ کو، تیرے ان فرشتوں کو ان سے کیا مناسبت۔ وہ بڑی انوکھی مسہریاں ہیں جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں۔ ایسے فرش جو بہت بلند ہیں۔ (واقعہ: ع) ان کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔ (الرحمٰن: ع ۳) وہ لوگ سبز اور عجیب وغریب خوبصورت کپڑوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں (الرحمٰن: ع ۳)

اللہ کا ولی ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھے گا جو دو باغوں میں جاری ہوں گے۔ (الرحمٰن: ع ۳) ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہوں گے۔) (الرحمٰن: ع ۳) وہ میوے نہ ختم ہوں گے نہ ان کی کچھ روک ٹوک ہوگی (جیسا دنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں)۔ (الواقعہ: ع ۱) وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنت میں ہوں گے (الحاقہ: ع ۱)

ایسے عالی مقام جنت میں ہوں گے جہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے اور اس میں اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے ہوں گے اور آبخورے رکھے ہوئے ہوں گے اور برابر گدے لگے ہوں گے اور سب طرف قالین ہی قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے (کہ جہاں چاہیں بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے)۔ (غاشیہ) وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہوں گے (والمرسلات: ع ۲) اس کے جنت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (کبھی ختم نہ ہوں گے) اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔

یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے (رعد: ع ۵) وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے) بے شک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ لوگ اس میں مایوس پڑے رہیں گے (زخرف: ع ۶) بے شک مجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کے) جنون میں پڑے ہوئے ہیں (ان کو اپنی حماقت اس دن معلوم ہوگی) جس دن منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) کہ (دوزخ کی آگ لگنے کا (اس میں جلنے کا مزہ چکھو) (قمر: ع ۳)

وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے (واقعہ: ع ۱) مجرم آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام روئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دے دے، پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے، لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔

وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اتار دے گی اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بلا

وے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اس کو اٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا (معارج: ع۱) یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا اور نہایت سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ شانہ، کے غصہ میں ہوگا اور یہ لوگ اس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہوں گے۔

وہ ہاشمی رئیس فقیر کے کلام سن کر اپنی جگہ سے اٹھا اور فقیر سے معانقہ کی اور خوب چلا کر رویا اور اپنے سب اہل مجلس کو کہہ دیا کہ تم سب چلے جاؤ۔ فقیر کو ساتھ لے کر صحن میں گیا اور ایک بورے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر نوحہ کرتا رہا۔ اپنی حالت پر روتا رہا اور فقیر اس کو نصیحت کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اس نے اپنے سب گناہوں سے اول فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے اس کا عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کرے گا۔

پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور اپنا سارا ساز و سامان مال و متاع سب فروخت کر کے صدقہ کر دیا اور تمام نوکروں کو موقوف کر دیا اور جتنی چیزیں ظلم و ستم سے کی تھیں سب اہل حقوق کو واپس کیں۔ غلام اور باندیوں میں سے بہت سے آزاد کئے اور بہت سے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر دی اور موٹا لباس اور جو کی روٹی اختیار کی۔

تمام رات نماز پڑھتا، دن کو روزہ رکھتا۔ حتیٰ کہ بزرگ اور نیک لوگ اس کے پاس زیارت کو آنے لگے اور اتنا مجاہدہ اس نے شروع کر دیا کہ لوگ اس کو اپنے حال پر رحم کھانے کی اور مشقت میں کمی کرنے کی فرمائش کرتے اور اس کو سمجھاتے کہ حق تعالیٰ شانہ نہایت کریم ہیں وہ تھوڑی محنت پر زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔ مگر وہ کہتا دوستوں میرا حال مجھی کو معلوم ہے۔ میں نے اپنے مولیٰ کی دن رات نافرمانیاں کی ہیں۔ بڑے سخت سخت گناہ کئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگتا اور خوب روتا۔

اسی حالت میں ننگے پاؤں پیدل حج کو گیا۔ ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا، ایک پیالہ اور ایک تھیلہ صرف ساتھ تھا۔ اسی حالت میں مکہ مکرمہ پہنچا اور حج کے بعد وہیں قیام کر لیا۔ وہیں انتقال ہوا رحمۃ اللہ رحمۃ واسد مکہ کے قیام میں رات کو ہم میں جا کر خوب روتا اور گڑگڑاتا اور کہتا میرے مولیٰ میری کتنی خلوتیں ایسی گزر گئیں جن میں، میں نے تیرا خیال بھی نہ کیا۔ میں نے کتنے بڑے بڑے گناہوں سے تیرا مقابلہ کیا۔

میرے مولیٰ میری نیکیاں ساری جاتیں رہیں اگر کچھ بھی نہ کمایا) اور میرے گناہ میرے ساتھ رہ گئے۔ ہلاکت ہے میرے لئے اس دن جس دن تجھ سے ملاقات ہوگی (یعنی مرنے کے

بعد) میرے لئے ہلاکت پر ہلاکت ہے۔یعنی بہت زیادہ ہلاکت ہے۔اس دن جس دن میرے اعمال نامے کھولے جائیں گے۔آہ وہ میری رسوائیوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔وہ میرے گناہوں سے پر ہوں گے بلکہ تیری ناراضی سے مجھ پر ہلاکت اتر چکی ہے اور تیرا اعتاب مجھ پر ہلاکت ہے، جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا جو ہمیشہ تو نے مجھ پر کئے اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ میں نے گناہوں سے مقابلہ کیا اور تو میری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔

میرے آقا تیرے سوا میرا کون ساٹھکانا ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں۔تیرے سوا کون ایسا ہے جس سے احتجاج کروں۔تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ کروں۔میرے آقا میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں۔البتہ محض تیرے کرم سے ''تیری عطا سے'' تیرے فضل سے اس کی تمنا کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرمادے اور میرے گناہ معاف کردے۔

☆......☆......☆

دو لاکھ درہم کفن میں

جعفر بن سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ایک دفعہ بصرہ میں چل رہا تھا۔ایک عالی شان محل پر گزر رہوا جس کی تعمیر جاری تھی اور ایک نوجوان بیٹھا ہوا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا، وہاں اس طرح بنے گا۔

مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ اس نوجوان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کیسی چیز میں پھنس رہا ہے۔اس کو اس تعمیر میں کیسا انہماک ہے۔میری طبیعت پر یہ تقاضا ہے کہ میں اللہ جل شانہ، سے اس نوجوان کے لئے دعا کروں کہ وہ اس کو اس جھگڑے سے چھڑا کر اپنا مخلص بندہ بنالے۔کیسا اچھا ہو اگر یہ جنت کے نوجوانوں میں بن جائے۔جعفر چل اس نوجوان کے پاس چلیں۔

جعفر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں اس نوجوان کے پاس گئے۔اس کو سلام کیا۔اس نے سلام کا جواب دیا۔(وہ مالک سے واقف تھا) مگر مالک کو پہچانا نہیں۔تھوڑی دیر میں پہچانا تو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کیسے تشریف آوری ہوئی؟ مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے اپنے اس مکان پر کس قدر روپیہ لگانے کا ارادہ کیا ہے۔

اس نے کہا ایک لاکھ درم۔مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم یہ ایک لاکھ درم مجھے دے دو، تو میں تمہارے لئے جنت میں ایک مکان کا ذمہ لیتا ہوں جو اس سے بدرجہا بہتر ہوگا اور اس

میں حشم وخدم بہت سے ہوں گے۔اس میں خیمے اور قبے سرخ یاقوت کے ہوں گے جن پر موتی جڑے ہوں گے۔اس کی مٹی زعفران کی ہوگی ،اس کا گارا مشک سے ہوگا جس کی خوشبوئیں مہکتی ہوں گی وہ کبھی نہ پرانا ہوگا نہ ٹوٹے گا۔اس کو معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ شانہ، کے آمر کن سے تیار ہو جائے گا۔

اس نوجوان نے کہا مجھے سوچنے کے لئے آج رات کی مہلت دیجئے۔کل صبح آپ تشریف لائیں تو میں اس کے متعلق اپنی رائے عرض کروں گا۔حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ واپس چلے آئے اور رات بھر اس نے نوجوان کی فکر اور سوچ میں رہے۔آخر شب میں اس کے لئے بہت عاجزی سے دعا کی۔

جب صبح ہم دونوں اس کے مکان پر گئے۔وہ نوجوان دروازہ سے باہر ہی انتظار میں بیٹھا تھا اور جب حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تمہاری کل کی بات میں کیا رائے رہی۔اس نے نوجوان نے کہا کہ آپ اس چیز کو پورا کریں گے جس کا کل آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ضرور۔اس نے درہم کے توڑے سامنے لاکر رکھ دیئے اور دوات قلم لا کر رکھ دیا۔

حضرت مالک نے ایک پرچہ لکھا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد لکھا کہ یہ اقرار نامہ ہے کہ مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے فلاں شخص سے اس کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے اس محل کے بدلے میں حق تعالیٰ شانہ، کے یہاں اس کو ایسا محل جس کی صفات اوپر بیان کی گئیں، جو جو صفات اس مکان کی اوپر گزریں وہ سب لکھنے کے بعد لکھا ملے گا۔ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ عمدہ اور بہتر جو عمدہ سایہ میں حق تعالیٰ شانہ کے قریب ہوگا۔

یہ پرچہ لکھ کر اس کے حوالہ کر دیا اور ایک لاک درم لے کر اس سے چلے آئے۔جعفر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شام کو حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اس میں سے اتنا بھی باقی نہ تھا کہ ایک وقت کے کھانے ہی کا کام چل سکے۔

اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دن حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کے مہراب میں ایک پرچہ پڑا دیکھا۔ یہ وہی پرچہ تھا جو مالک رحمتہ اللہ علیہ نے اس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا اور اس کی پشت پر بغیر روشنائی کے لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہ، کی طرف سے مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کے ذمہ کی براوت ہے۔جس مکان کا تم نے اس نوجوان سے ذمہ لیا تھا وہ ہم نے اس کو پورا پورا دے دیا اور اس سے ستر گناہ زیادہ دے دیا۔

حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ اس پرچہ کو پڑھ کر متحیر سے ہوئے۔

اس کے بعد ہم اس نوجوان کے مکان پر گئے تو وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا (جو سوگ کی علامت کے طور پر لگایا ہوگا) اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا کل گزشتہ انتقال ہوگیا۔ ہم نے پوچھا کہ اس کا غسل میت کس نے دیا تھا۔ اس کو بلایا گیا، ہم نے اس سے اس کے نہلانے اور کفنانے کی کیفیت پوچھی۔

اس نے کہا کہ اس نوجوان نے اپنے مرنے سے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ جب تو مجھے نہلا کر کفن پہنائے تو یہ پرچہ اس میں رکھ دینا میں نے اس کو نہلایا، کفنایا اور وہ پرچہ اس کے کفن کے اور بدن کے درمیان میں رکھ دیا۔ حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے وہ پرچہ اپنے پاس سے نکال کر اس کو دکھایا۔ وہ کہنے لگا یہ وہی پرچہ ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے اس کو موت دی یہ پرچہ میں نے خود اس کے کفن کے اندر رکھا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر ایک دوسرا نوجوان اٹھا اور کہنے لگا کہ مالک رحمتہ اللہ علیہ آپ مجھ سے دو لاکھ درم لے لیجئے) اور مجھے بھی پرچہ لکھ دیجئے۔ حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ بات دور چلی گئی۔ اب نہیں ہوسکتا اللہ جل شانہ، جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی مالک رحمتہ اللہ علیہ اس نوجوان کا ذکر فرماتے، تو رونے لگتے اور اس کے لئے دعا کرتے تھے۔

☆......☆......☆

نیک روح کی لاش کا غائب ہونا

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال سخت ترین گرمی کے زمانے میں حج کو چلا۔ لو بڑی شدت سے چلتی تھی۔ ایک دن جب کہ میں وسط حجاز میں پہنچ گیا۔ اتفاقاً قافلہ سے بچھڑ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی۔ دفعتاً آنکھ کھلی تو مجھے یہاں جنگل بیابان میں ایک آدمی نظر آیا تو میں جلدی جلدی اس کی طرف چلا تو دیکھا ایک کمسن لڑکا تھا جس کی داڑھی بھی نہ نکلی تھی اور اس قدر حسین کہ گویا چودھویں رات کا چاند ہے، بلکہ دوپہر کا سورج۔

اس پر ناز ونعمت کے کرشمے چمک رہے ہیں۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے کہا ابراہیم و علیکم السلام۔ میرا نام لینے پر مجھے انتہائی حیرت ہوئی اور مجھ سے سکوت نہ ہوسکا۔ میں نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ صاحبزادے تجھے میرا نام کس طرح معلوم ہوا تو نے تو مجھے کبھی دیکھا بھی نہیں

۔ کہنے لگا ابراہیم، جب سے مجھے معرفت حاصل ہوئی میں انجان نہیں بنا اور جب سے مجھے وصال نصیب ہوا کبھی فراق نہیں ہوا۔

میں نے پوچھا کہ اس گرمی میں اس جنگل میں تجھے کیا مجبوری کھینچ کر لائی۔ کہنے لگا کہ ابراہیم اس کے سوا میں نے کبھی کسی سے انس پیدا نہیں کیا اور اس کے سوا نہ کبھی کسی کو ساتھی اور رفیق بنایا میں اس کی طرف بالکلیہ منقطع ہو چکا ہوں اور اس کے معبود ہونے کا اقرار کر چکا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تیرے کھانے پینے کا ذریعہ کیا ہے؟

کہنے لگا کہ محبوب نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے ان عوارض کی وجہ سے جو میں نے ذکر کئے تیری جان کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تو اس نے روتے ہوئے کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی موتیوں کی طرح سے اس کے رخساروں پر پڑ رہی تھی۔

چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ''کون شخص ڈرا سکتا ہے مجھ کو جنگل کی سختی سے حالانکہ میں اس جنگل کو اپنے محبوب کی طرف چل کر قطع کر رہا ہوں اور اس پر ایمان لا چکا ہوں۔ عشق مجھ کو بے چین کر رہا ہے اور شوق ابھارے لئے جاتا ہے۔ اللہ کا چاہنے والا کبھی کسی آدمی سے نہیں ڈر سکتا۔ اگر مجھے بھوک لگے گی تو اللہ کا ذکر میرا پیٹ بھرے گا اور اللہ کی حمد کی وجہ سے میں پیاسا نہیں ہو سکتا اور اگر میں ضعیف ہوں تو اس کا عشق مجھے مجاز سے خراساں تک (یعنی پورب سے پچھم تک) لے جا سکتا ہے۔

تو میرے بچپن کی وجہ سے مجھے حقیر سمجھتا ہے۔ اپنی ملامت کو چھوڑ و جو ہونا تھا ہو چکا۔ میں نے پوچھا خدا کی قسم اپنی سچ سچ عمر بتا کیا ہے؟ کہنے لگا تو نے بڑی سخت قسم مجھ کو دے دی جو میرے نزدیک بہت ہی بڑی ہے۔ میری عمر بارہ برس کی ہے۔ پھر وہ کہنے لگا ابراہیم تجھے میری عمر پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ میں نے بتا تو دی ہے۔ میں نے کہا مجھے تیری باتوں نے حیرت میں ڈال دیا۔ کہنے لگا اللہ کا شکر ہے اس نے بڑی نعمتیں عطا فرمائیں اور اللہ فضل ہے کہ اس نے اپنے بہت سے مومن بندوں سے افضل بنایا۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھے اس کی حسن صورت، حسن سیرت اور شریں کلام پر بڑا ہی تعجب ہوا۔ میں نے کہا سبحان اللہ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی صورتیں بنائی ہیں۔ اس نے تھوری دیر نیچے کو سر جھکا لیا پھر اوپر کی طرف منہ اٹھا کر بہت ترچھی کڑوی نگاہ سے مجھ کو دیکھا اور چند شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''اگر میں سزا جہنم ہوں تو میری ہلاکت ہے اور اس وقت یہ میری رونق اور خوبصورتی کیا

بنائے گی۔اس وقت میری ساری خوبیوں کو عذاب عیب دار بنادے گا اور جہنم میں طویل عرصہ تک روتا پڑے گا اور جب جل جلالہ، یہ فرمائے گا اور بدترین غلام تو میرے نافرمانوں میں ہے۔تو نے دنیا میں میرا مقابلہ کیا۔میری حکم عدولی کی۔کیا تو میرے عہدو پیمان کو(جو ازل میں ہوئے تھے) بھول گیا تھا یا میری(قیامت کی) ملاقات کو بھول گیا تھا

(اے ابراہیم) تو اس دن دیکھے گا کہ فرمانبرداروں کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ، اپنے اوپر سے انوار کے پردے ہٹادیں گے جس کی وجہ سے یہ فرمانبردار اس پاک کی زیارت سے ایسے مبہوت ہوجائیں گے کہ اس کے مقابلے میں ہر نعمت اور راحت کو بھول جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہ ان فرمانبرداروں کو خوشنودی کا لباس پہنائیں گے اور رات کے چہروں کو رونق اور شادابی عطا ہوگی۔'' یہ اشعار پڑھ کر کہنے لگا اے ابراہیم مجبور وہ ہے جو دوست سے منقطع ہوگیا اور وصال اس کو حاصل ہے جس نے اللہ کی اطاعت سے وافر حصہ لیا ہولیکن ابراہیم اپنے رفقاء سے بچھڑ گئے ہو۔

میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی رہ گیا۔تجھ سے اللہ کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے دعا کرے کہ میں اپنے ساتھیوں میں جاملوں۔میرے اس کہنے پر اس لڑکے نے آسمان کی طرف دیکھا اور کچھ آہستہ آہستہ زبان سے کہا کہ مجھے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہوئے نظر آئے معلوم ہوئے مجھے اس وقت دفعتاً نیند کا جھونکا سا آیا یا بیہوشی سی ہوئی۔

اس سے میں نے اپنا افاقہ پایا، تو قافلہ کے بیچ میں اونٹ پر اپنے آپ کو پایا اور میرے اونٹ پر جو میرا ساتھی تھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ابراہیم ہوشیار رہو، ایسا نہ ہو کہ اونٹ پر سے گر جاؤ اور اس لڑکے کا مجھے کچھ پتا نہ چلا کہ وہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین کے اندر اتر گیا۔جب ہم سارا راستہ طے کر کے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا تو وہ لڑکا کعبہ شریف کا پردہ پکڑے ہوئے رورہا ہے اور چند شعر پڑھ رہا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

''میں کعبہ کا پردہ پکڑ رہا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت بھی کر رہا ہوں، لیکن دل میں جو کچھ ہے اس کو اور راز کی بات کو خوب جانتا ہے۔میں بیت اللہ کی طرف پیدل چل کر آیا ہوں۔کہیں سوار نہیں ہوا۔اس لئے کہ میں باوجود اپنی کم سنی کے فریفتہ عاشق ہوں۔میں بچپن ہی سے تجھ پر مرنے لگا ہوں جب کہ میں عشق کو جانتا بھی نہ تھا اور اگر لوگ ملامت کریں کسی بات پر تو میں ابھی عشق کا طفل مکتب ہوں۔اللہ اگر میری موت کا وقت آ گیا بعد تو شاید میں میرے وصل سے بہرہ

یاب ہوسکوں۔''

اس کے بعد وہ بے اختیار سجدہ میں گر گیا۔ اور میں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد میں اس کے پاس گیا اور اس کو بلایا کہ وہ انتقال کر چکا تھا۔ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے اس کے انتقال پر بڑا سخت صدمہ ہوا۔ میں وہاں سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ پر آیا اور اس کے کفن دینے کے لئے کپڑا لیا اور مدد کے کے لئے ایک دو آدمی ساتھ لئے اور وہاں پہنچا جہاں اس کو مردہ چھوڑ کر آیا تھا تو اس کی نعش کا کہیں پتہ نہ چلا۔

وہاں دوسرے حاجیوں سے دریافت کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا کہ کسی نے اس کو دیکھا ہو تو میں نے سمجھا کہ اللہ نے اس کو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ فرما دیا ہے۔ میں وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے مجمع میں ہے اور سب سے پیش پیش ہے اور اس پر اس قدر نور چمک رہا ہے اور ایسے عمدہ جوڑے ہیں کہ ان کی صفات بیان میں نہیں آ سکتیں۔

میں نے اس سے پوچھا کہ تو وہی لڑکا ہے۔ کہنے لگا میں وہی ہوں۔ میں نے پوچھا کیا تیرا انتقال نہیں ہوا۔ اس نے کہا ہاں ہو گیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو تجھے تجہیز و تکفین کے لئے بہت تلاش کیا کہیں پتہ نہ چلا۔ کہنے لگا ابراہیم سن جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا اور اپنی محبت میں فریفتہ کیا اور میرے عزیز و اقارب سے جدا کیا اس نے مجھے کفن دیا اور کسی دوسرے کا محتاج نہیں بننے دیا۔

میں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہ، نے مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا حق تعالیٰ شانہ، نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا الٰہی تو ہی مقصود ہے اور تیری ہی مجھے آرزو ہے۔ فرمایا بے شک تو میرا سچا بندہ ہے اور جو تو مانگے اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے زمانے کے تمام آدمیوں میں میری سفارش قبول فرما لے۔

ارشاد ہوا ان سب کے بارے میں تیری سفارش مقبول ہے۔ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد لڑکے نے خواب میں مجھ سے رخصتی مصافحہ کیا اور میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ میں نے اپنے حج کے جو ارکان باقی تھے پورے کئے، لیکن اس لڑکے کی یاد سے اور اس کے رنج سے

میرے دل کو قرار نہ تھا۔

میں حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا لیکن رستے میں سارے قافلے والے یہ کہتے تھے کہ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ تیرے ہاتھ کی مہک سے ہر شخص حیران ہے کہ کیسی خوشبو آ رہی ہے اور اس واقعہ کے نقل کرنے والے کہتے ہیں کہ مرنے تک ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں سے وہ خوشبو آتی رہی۔

☆......☆......☆

نیک روح کے توشے

حیرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جوان دیکھا کہ پیدل چل رہا ہے۔ نہ تو اس کے پاس سواری نہ توشہ نہ پانی۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا جوان کہاں سے آ رہے ہو۔ کہنے لگا اسی کے پاس سے۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ کہا اس کے پاس۔ میں نے کہا توشہ کہاں ہے؟ کہا اسی کے ذمہ ہے۔

میں نے کہا یہ راستہ بغیر توشہ اور پانی کے طے نہیں ہوگا۔ آخر تیرے ساتھ کچھ ہے بھی؟ اس نے کہا میں نے سفر کے شروع کے وقت پانچ حرف تعیشہ کے لئے پکڑے تھے۔ میں نے پوچھا وہ پانچ حروف کون کون سے ہیں۔

اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد کھیٰعص۔ میں نے پوچھا اس کے کیا معنی ہوئے؟ کہنے لگا، کاف کے معنی قاضی کنایت کرنے والا۔ ھ کے معنے ہادی ہدایت کرنے والا۔ یا کے معنے مودی ٹھکانا دینے والا۔ عین کے معنے عالم ہر بات کا جاننے والا۔ ص کے معنے ہیں صادق اپنے وعدے کا سچا۔ پس جس شخص کا ساتھ کنایت کرنے والا۔ ہدایت کرنے والا جگہ دینے والا۔ باخبر اور سچا ہو وہ برباد ہو سکتا ہے یا اس کو کسی بات کا خوف ہو سکتا ہے۔ کیا وہ شخص بھی اس کا محتاج ہے کہ توشہ اور پانی لادے لادے پھرے۔

حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی گفتگو سن کر اپنا کرتہ اس کو دینا چاہا۔ اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا بڑے میاں دنیا کے کرتہ سے ننگا رہنا بہتر ہے۔ اور دنیا کی حلال چیزوں کا حساب دینا ہے اور اس کی حرام چیزوں کا عذاب بھگتنا ہے۔

جب رات کا اندھیرا ہوا تو اس جوان نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہا کہ اے وہ پاک ذات جس کو بندوں کی اطاعت سے خوشی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہوں سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا یعنی گناہ۔ اس کے بعد جب لوگوں نے احرام باندھا اور لبیک کہا تو وہ چپ تھا۔ میں نے کہا کہ تم لبیک نہیں پڑھتے۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ میں لبیک کہوں اور وہاں سے جواب ملے۔ ''لا لبیک ولا سدیک۔ نہ تیری لبیک معتبر نہ سدیک معتبر۔'' نہ میں تیرا کلام سنتا ہوں نہ تیری طرف التفات کرتا ہوں اس کے بعد وہ چلا گیا۔

اس کے بعد میں نے سارے راستے اس کو نہیں دیکھا۔ آخر میں وہ منیٰ میں نظر پڑا اور اس نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

''وہ محبوب جس کو میرا خون بہانا اچھا معلوم ہوتا ہے، میرا خون حرم میں بھی اس کے لیے حلال ہے اور حرم سے باہر بھی۔ خدا کی قسم اگر میری روح کو یہ پتا چل جائے کہ وہ کس پاک ذات کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے تو قدم کی بجائے سر کے بل کھڑی ہو جائے۔

او، ملامت کرنے والے! مجھے اس کے عشق میں ملامت نہ کر۔ اگر تجھے وہ نظر آ جائے جو میں دیکھتا ہوں تو کبھی بھی تو لب کشائی نہ کرے۔ لوگ اپنے بدن سے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ اگر وہ اللہ کی پاک ذات کا طواف کرتے تو حرم سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔

عید کے دن لوگوں نے تو بھیڑ بکری کی قربانی کی لیکن معشوق نے میری جان کی اس دن قربانی کی۔ لوگوں نے حج کیا ہے اور میرا حج اپنے سکون کی چیز کا ہے۔ لوگوں نے قربانیاں کی ہیں۔ میں تو اپنے خون کی اور اپنی جان کی قربانی کرتا ہوں۔''

ان اشعار کے بعد اس نے یہ دعا کی۔ ''اے اللہ! لوگوں نے قربانیوں کے ساتھ تیرا قرب حاصل کیا۔ میرے پاس کوئی چیز قربانی کے لیے نہیں ہے سوائے اپنی جان کے۔ میں اس کو تیری راہ میں پیش کرتا ہوں۔ تو اس کو قبول کر لے۔''

اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور بے جان ہو کر گر گیا۔ اس کی روح نے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تب غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اللہ کا دوست ہے خدا کا قتیل ہے۔''

حضرت مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور رات بھر اس کی سوچ میں پریشان اور متفکر رہا۔ اس عالم میں آنکھ لگ گئی تو خواب میں اس کی روح کو بدن سمیت

دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ ''تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟''

کہنے لگا کہ۔ ''جو شہداء بدر کے ساتھ ہوا۔''

اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی روح انسانی زندہ اجسام کی طرح محسوسات رکھتی ہے اور اس پر دوسروں کے رویہ کا اثر ہوتا ہے۔ یعنی روح دوسروں کے اعمال اور سلوک کو محسوس کرتی ہے البتہ نیک روح کی محسوسات مثبت ہوتی ہے اور گناہگار یا بدروح کی محسوسات منفی ہوتی ہے۔

حرف آخر

نیک روح اور بدروح ہمارے موضوع عالم ارواح کے بنیادی کردار ہیں اور اس میں ان کے بارے میں الگ الگ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ الحمد اللہ! ہم سب دین فطرت پر پیدا ہوئے ہیں اور مسلمان ہیں اس لیے ہمیں ارواح سے متعلق پوری معلومات رکھنی چاہیے تاکہ ہم اپنی روح کو دنیاوی آلائشوں اور برائیوں سے پاک و مطہر رکھیں اور ہماری روحوں کو مادی بدن سے نکلنے کے بعد عالم ارواح میں نیک اور پاکیزہ روحوں کی رفاقت وقرابت حاصل ہو۔ ہمارے جسم روح کے تابع فرماں ہیں۔ روح ہمارے بدن کے اعضاء سے اپنے احکامات کی تعمیل کرواتی ہے۔ گویا بدن کے افعال کی ذمہ دار روح ہے اور قیامت کے روز بدن کے تمام اعضاء اپنے افعال کو ہی ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ چنانچہ سزا اور جزا بھی روح کے لیے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی روحوں کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ارواح کے بارے میں مزید کچھ معلوم کرنا ہو تو اس پتے پر خط لکھئے۔

صفدر شاہین

اللہ والی کالونی۔ بلاک 6 پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی۔